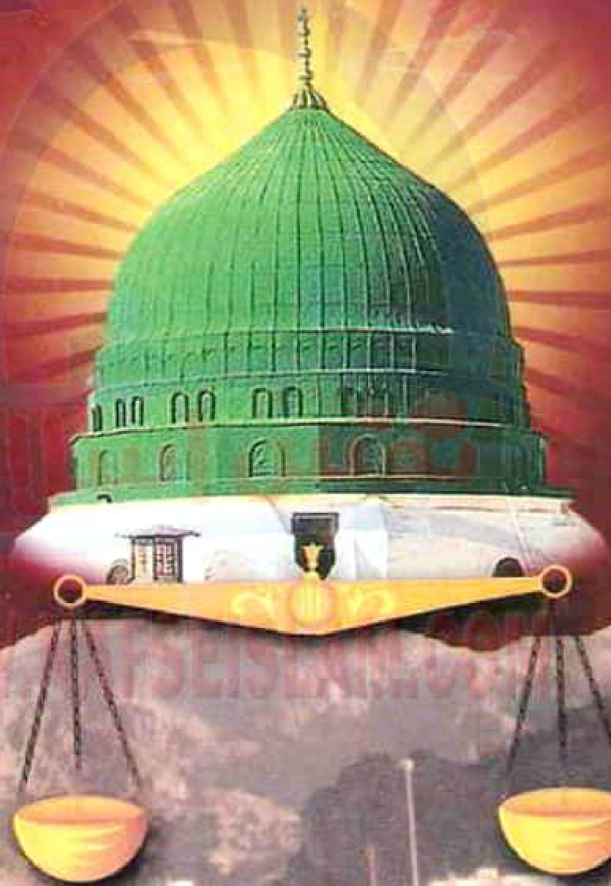
حضور کا بدر میں فیصلہ ہرگز خطا نہیں



مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام پبلیکیشنز

وما ینطق عن الھویٰ ان ھو الا وحی یوحی

بدر کے قیدیوں کے بارے میں

حضورﷺ کا فیصلہ ہرگز خطا نہیں

تالیف

مفتی محمد خان قادری

کاروانِ اسلام پبلیکیشنز

جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی۔ لاہور ☎:5300353-5300354

نام کتاب	______	بدر کے قیدیوں کے بارے میں حضورﷺ کا فیصلہ ہرگز خطا نہیں
تالیف	______	مفتی محمد خان قادری
طابع	______	ملک محبوب الرسول قادری
باراوّل	______	2005ء
ناشر	______	محمد فاروق قادری
قیمت	______	100 روپے

کاروان اسلام پبلیکشنز
جامعہ اسلامیہ لاہور۔ ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی (ٹھوکر نیاز بیگ) لاہور
فون: 042-5300353-4، 042-7580004، موبائل: 0300-4407048

اھداء

اصحابِ بدر کی خدمت میں

خادم اسلام

محمد خان قادری

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضرورت مقالہ

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام صغائر و کبائر سے معصوم ہوتے ہیں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انھیں اجتہادی خطا پر بھی قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ فی الفور ان کی رہنمائی فرما دیتا ہے تا کہ ان کی اتباع و اطاعت میں کسی کو تشکیک پیدا ہی نہ ہو، ہاں ان پر ذھول، نسیان اور عدم توجہ کی حالت طاری کی جاتی ہے تا کہ لوگوں کو ان سے متعلقہ مسائل سے آگاہ کیا جا سکے جیسا کہ حضور ﷺ نے ایک دفعہ چار کے بجائے دو رکعات پر سلام پھیر دیا اور پوچھنے پر فرمایا، میں بھولا نہیں ہوں بلکہ

انما انسی لاسن — بھلایا گیا ہوں تا کہ تمھیں طریقہ معلوم ہو جائے۔

(الشفاء،۲:۸۰۲)

اس بنیاد پر تمام اہل علم نے تصریح کی کہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے نسیان پر اپنے نسیان کو قیاس ہرگز نہ کیا کرو، ان کا نسیان بھی سراپا تعلیم و حکمت پر مشتمل ہوتا ہے، امام احمد خفاجی (۱۰۶۹) اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

ان نسیانہ ﷺ لیس کنسیان غیرہ لما یترتب علیہ من — حضور علیہ السلام ﷺ کا نسیان دوسروں کے نسیان کی طرح نہیں کیونکہ آپ کے

(نسیم الریاض،۵=۳۶۱)　　　　و سامنے آتے ہیں۔

سیدنا آدم علیہ السلام کے نسیان و لغزش پر ذرا نظر ڈالیے تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے نبی کی لغزش کی وجہ سے تمام انسانیت کو دنیا میں وجود مل گیا یعنی نبی کے ہر عمل حتیٰ کہ ان کے نسیان میں بھی مخلوق کے لیے تعلیم و تربیت ہوتی ہے، اسی لیے ہمیں یہ نہیں کہنا چاہیے کہ ہم بھول گئے تو کیا ہوا نبی بھول جاتے ہیں کیونکہ ان کا بھولنا کہاں اور ہمارا بھولنا کہاں؟ ہاں یوں کہا جا سکتا ہے کہ انسان بھول سکتا ہے۔

مولانا بدر عالم میرٹھی لکھتے ہیں

دیکھیے حضرت آدم علیہ السلام کے معاملہ میں جب مشیت الٰہی نے ان کی ایک ذرا سی لغزش میں عالم کی آبادی کا راز پنہاں فرما دیا تھا۔

آگے چل کر لکھا

انبیاء علیہم السلام پر نسیان بھی قدرت ہی کی طرف سے ڈالا جاتا ہے اس لیے وہ بہت سے انعامات اور جدید احکام الٰہی کا منشاء بن جاتا ہے۔

(ترجمان السنۃ،۳=۳۴۵)

قاضی عیاض مالکی (۵۴۴) ایک موقعہ پہ آپ ﷺ کے نماز فجر کے لیے بیدار نہ ہونے کی حکمت تحریر کرتے ہیں

مثل ھذا انما یکون منہ	اللہ تعالیٰ کوئی اثبات حکم، ایجاد سنت
لامر یریدہ اللہ تعالیٰ من	اور اظہار قانون شرع کا ارادہ فرماتا
اثبات حکم و تاسیس سنۃ	ہے جیسا کہ دوسری حدیث میں

واظهار شرع کما قال ﷺ فی الحدیث الآخر لو شاء اللہ لایقظنا ولکن اراد ان یکون لمن بعدکم	آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہمیں بیدار فرما دیتا لیکن اس نے بعد والوں کے لیے تعلیم کا ارادہ فرمایا۔

اس کی شرح میں امام احمد خفاجی (۱۰۶۹) رقم طراز ہیں

وھذہ حکمة ان اللہ قوی النوم علیہ ﷺ ونام قلبہ علی خلاف عادتہ لتظھر ھذہ السنة البدیعة	اسی حکمت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ پر نیند غالب کر دی اور آپ کا دل خلاف معمول متوجہ نہ رہا تاکہ لوگوں کے لیے خوبصورت طریقہ و سنت ظاہر ہو جائے۔
(نسیم الریاض، ۵=۲۷۴)	

پھر قاضی عیاض علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں جواز سھو ونسیان نبوت کے منافی نہیں، اس پر امام خفاجی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں

بل حسن منہ ﷺ لما فیہ من التشریع	بلکہ آپ ﷺ سے ان کا صدور حسن ہے کیونکہ اس کے ذریعے شرعی قوانین بنتے ہیں۔
(نسیم الریاض، ۶=۹۵)	

صدور نادرًا ہوتا ہے

یاد رہے حضرات انبیاء علیہم السلام سے ایسی چیزوں کا صدور شاذ و نادر ہی ہوتا ہے، قاضی عیاض مالکی فرماتے ہیں

بل ان هذا فيها على الندور — بلکہ ان کا صدور نادر ہوتا ہے۔

امام احمد خفاجی اس کی تشریح ان الفاظ میں کرتے ہیں

اى قليل جدا والنادر ما قل وجوده ولا حكم له — یعنی بہت ہی کم، نادر جس کا وجود کم ہو اور نادر پر حکم نہیں ہوتا۔

(نسیم الریاض، ۶=۹۵)

شیخ محمد خلیل ہراس نے بھی تحریر کیا ہے

وما وقع من الرسل من مخالفات قليلة جدا في اعمارهم الطويلة — رسل کرام سے جو ایسی چیزیں سرزد ہوئی ہیں باوجود اس قدر طویل عمر کے بہت ہی کم ہیں۔

(تعلیقہ علی الخصائص، ۲=۳۳۶)

النادر کالمعدوم

پھر تمام کے ہاں یہ ضابطہ و قانون مسلم ہے کہ حکم اکثر پر ہوتا ہے نہ کہ نادر پر اور للاكثر حكم الكل یعنی اکثر پر ہی کل کا حکم ہوتا ہے اور شاذ و نادر کا اعتبار ہی نہیں کیا جاتا۔

۱۔ پیچھے امام خفاجی کا حوالہ گزرا

النادر ماقل وجوده ولا حكم له (نسیم الریاض ۶=۹۵) — نادر جس کا وجود کم ہو اور نادر پر حکم لاگو نہیں ہوتا۔

۲۔ شیخ محمد سلیمان اشقر ایسے ہی معاملہ پر امام مازری، امام ابوشامہ اور امام آمدی

کے حوالے سے کہتے ہیں

ان من اجاز ذلک اجازه	جن لوگوں نے صغائر کو جائز رکھا وہ
علی سبیل الندورة والنادر	بھی بطور شاذ و نادر مانتے ہیں اور
لا یلغی القانون العام	نادر کسی عام اصول و قانون کو ختم
(افضال الرسول، ۲۰۵)	نہیں کرسکتا۔

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی (۱۳۶۲) اسی بات کو آشکار کرتے ہوئے (حکم واقعاتِ اکثریہ پر عائد ہوتا ہے شذوذ کا اعتبار نہیں) لکھتے ہیں

حکم واقعاتِ اکثریہ پر لگایا جاتا ہے اور جو بات شاذ و نادر ہوا کرتی ہے اس کا اعتبار نہیں کیا جاتا۔
(افاضات، ۱۰=۱۵۶)

۴۔ مولانا بدر عالم میرٹھی مسئلہ عصمت پر گفتگو کے بعد اسی حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں

اس حقیقت کو تسلیم کر لینے کے بعد اگر اوراق نقل میں کوئی جزئی واقعہ ایسا ملتا ہو جو ایک ثابت شدہ حقیقت کے خلاف نظر آئے جو کسی عاقل کے لیے، بھی محض ایک مشتبہ یا مجمل اور شاذ واقعہ کی بنیاد پر اس قطعی فیصلہ کو رد کر دینا جائز نہیں ہوسکتا۔ آج بھی تاریخ کے اصولی فیصلے جزئی واقعات کی بنا پر کبھی قابل ترمیم تصور نہیں کیے جاتے بلکہ ان واقعات ہی کے لیے وجوہ و اسباب تلاش کیے جاتے ہیں تاکہ ان کا اصولی تحقیق سے کوئی ٹکراؤ باقی نہ رہے اس لیے ہمارے نزدیک یہاں بھی بحث کا یہی طریقہ قائم رکھنا چاہیے۔

لہذا اگر مفسرین و محدثین نے اس جگہ کچھ جزئی واقعات کی توجیہات بیان فرمائی ہیں تو ان کو صرف ان کے حسن ظن کا نتیجہ سمجھ لینا صحیح نہیں بلکہ وہ بھی اسی اصولی حقیقت پر مبنی ہیں۔

(ترجمان السنہ ۳۰=۳۱۶)

الغرض حضرات انبیاء علیہم السلام سے جن چیزوں کا صدور نادراً ہوا وہ کالمعدوم ہیں ان پر حکم نافذ نہیں کیا جا سکتا لیکن ان کے بارے میں لکھنا کہ ' ان کی خطاء دلائل قطعیہ سے ثابت ہے' کہاں کا انصاف ہے؟

کس درجہ معصوم

اہل علم نے قرآن و سنت کے دلائل سامنے رکھتے ہوئے کہا کہ ہم اگر نسیاناً کوئی عمل کریں تو اس پر ہماری گرفت نہیں ہاں! دانستہ و عمداً عمل کرنے پر ہماری گرفت ہے مگر حضرات انبیاء علیہم السلام کا یہ مقام عالی ہے کہ ان کے نسیان کو بھی چھوڑا نہیں جاتا اس کی وجہ یہی ہے کہ انھیں جس قدر اللہ تعالٰی کی حفاظت حاصل ہے وہ کسی دوسرے کو کہاں حاصل ہے تو جن آیات میں بظاہر ان پر عتاب ہے ان سے تو ہمیں ان کے مقام کا علم ہونا چاہیے کہ یہ شخصیات تقدس و حفاظت کے کس مقام پر ہیں کہ ان کے نسیان و سہو پر بھی چھوٹ نہیں لیکن بجائے یہ سمجھنے کے ہم تو ان کی خطائیں جمع کرنا شروع کر دیتے ہیں اور یہ طریقہ ہرگز قابل قبول نہیں، مولانا بدر عالم میرٹھی نے اس مسئلہ پر بڑی ہی تفصیل سے لکھا ہے اس میں سے ایک اقتباس یہاں نقل کیا جا رہا ہے، لکھتے ہیں

افسوس ہے کہ لغزشوں کو چن چن کر اس طرح بیان فرمانے کی روح تھی تو کیا؟ اور اس کو سمجھا کیا گیا کہ مقصد تو یہ ظاہر کرنا تھا کہ کن حالات میں کیا قدم اٹھایا گیا پھر وہ بھی عمر بھر میں گنتی کے کتنے واقعات تھے مگر ان کو بھی ان کی شان سے کتنا بعید سمجھا گیا، اس سے یہ نتیجہ نکالنا چاہیے تھا کہ جن کی اتنی سی فروگزاشت پر بھی اتنی گرفت ہو وہ کس درجہ معصوم ہوتے ہیں مگر یہاں جو نتیجہ نکالا گیا وہ بالکل اس کے برعکس تھا والعیاذ باللہ، اگر مقامِ عصمت کی نزاکت اور بارگاہِ الوہیت کی بلندی کو سامنے رکھ کر یہ واقعات پڑھے جائیں تو یہی ان کی معصومیت کا سب سے بڑا ثبوت نظر آنے لگے۔

الحاصل اگر فیصلہ صرف قرآن کریم کے طرز خطاب پر ہی دائر کر دیا جائے اور متکلم و مخاطب کی ان خصوصیات کو یکسر نظر انداز کر دیا جائے تو پھر یہاں کبائر و صغائر کی بحث تو درکنار بلکہ شاید کفر و اسلام میں بھی پیدا ہو سکتی ہے والعیاذ باللہ بلکہ اگر بحث و نظر کا یہی طریقہ ملائکۃ اللہ کے معاملہ میں قائم رکھا جائے تو پھر ان کی متفق علیہ عصمت سے بھی شاید ہاتھ دھونے پڑ جائیں شیخ عبدالوہاب شعرانی تحریر فرماتے ہیں

فعلم ان الانبیاء علیھم	ہمارے بیان سے واضح ہو گیا کہ
السلام لایشارکون غیرھم	انبیاء علیھم السلام ارتکاب حرام یا
فی ارتکاب حرام	مکروہ میں دوسرے انسانوں کے
ولامکروہ الا لبیان الجواز	شریک نہیں ہوتے اگر کسی مکروہ
ولکن لما شرف مقامھم	تنزیہی فعل کا وہ ارتکاب کرتے

سمی اللہ تعالیٰ وقوعهم فی خلاف الاولیٰ معصیة خطیئة (الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۵۹)	ہیں تو وہ بھی صرف اس کے جواز کا پہلو بتانے کے لیے کرتے ہیں ان کا قدم اگر اتفاق سے کہیں خلاف اولیٰ میں جا پڑتا ہے تو ان کے مقام کی نزاکت کی وجہ سے اسی کا نام معصیت اور خطا بن جاتا ہے۔
والقاعدة ان کل من عظمت مرتبہ عظمت صغیرته (ج ۲ ص ۶۲)	یہاں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس کا مرتبہ جتنا بلند ہوتا ہے اس کی معمولی باتوں پر گرفت بھی اتنی ہی سخت ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں انبیاء علیہم السلام کے چند جزئی واقعات کے علاوہ کچھ آیتیں ایسی بھی ملتی ہیں جن کو ان کی عظمت کے خلاف سمجھا گیا ہے۔ مثلاً معاصی، رذائل اور دیگر نوع کے قبیح افعال سے اجتناب کے خطابات۔ ہمارے نزدیک یہ بھی کلام کی فصاحت و بلاغت کے اسلوب سے نا آشنائی کا ثمرہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا میں کلام کا ایک طریقہ "گفتہ آید در حدیث دیگراں" بھی ہے۔

فالخطاب له والمراد غیره ان الحق من شانه ان یؤدب	ان مقامات پر خطابات گو آپ کو ہے مگر مراد دوسرے لوگ ہیں

الكبير بالصغير وكما ادب الله الامة بتاديب رسولها	حق تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ کبھی چھوٹوں کی تنبیہ کے ذریعہ بڑوں کو ادب سکھاتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ خطاب رسول کو ہوتا ہے اور مقصود ان کی امت کو ادب سکھانا ہوتا ہے۔

بعض آیتوں میں شرک وکفر اور اس قسم کے دوسرے افعال سے اجتناب رکھنے کی بھی ان کو ہدایت کی گئی ہے۔ شیخ لکھتے ہیں کہ یہاں بھی ان کی ذات مقصود نہیں ہوتی بلکہ کفار مراد ہوتے ہیں مگر حق تعالیٰ کو یہ اظہار منظور ہوتا ہے کہ ان کو اپنا مخاطب بنانا بھی اس کو پسند نہیں ہے۔ اگر وہ ہمارے رسول سے ہمارے کلام کا بغور سننا پسند نہیں کرتے تو ہم بھی ان کو اپنا مخاطب پسند نہیں کرتے۔

والحكمة في هذا الخطاب مقابلة لاعراض الكفار عن استماع ماجاء به الرسول فلذلك اعرض الحق عنهم مقابلة اعراض باعراض مع كونهم هم المراد بذلك الخطاب فاسمعهم	اس طرز خطاب میں یہ بھی حکمت ہوتی ہے کہ چونکہ وہ ہمارے رسول (ﷺ) سے ہمارے کلام کے سننے سے اعراض کرتے ہیں اس لیے اس کی جزا یہ ہے کہ ہم بھی ان کو نا قابل التفات سمجھ کر ان

فی غیرھم عقوبۃ لھم و | سے خطاب نہ کریں اگرچہ مراد
استھانۃ بامرھم | وہی ہوں۔

(ج ۲ ص ۱۴)

ہمارے نزدیک شیخ موصوفؒ کی یہ رائے بہت صحیح ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ بعض آیتوں میں آپ کو ان امور سے بھی خطاب کیا گیا ہے جن کا عقلاً کوئی امکان ہی نہ تھا مثلاً والدین کے ادب واحترام کے سلسلہ میں آپ کو اس کی ممانعت کی گئی ہے کہ ان کے سامنے اف کا کلمہ بھی نہ نکالا جائے ولا تقل لھما اف ولا تنھرھما، اب کون نہیں جانتا کہ اس وقت آپ کے والدین موجود ہی کہاں تھے اس لیے مخاطب گو یہاں آپ نظر آتے ہیں گے مگر یقیناً مراد آپ کی امت ہے۔ اس کے علاوہ اس طرز خطاب میں ایک بڑی حکمت ان امور کی اہمیت پر تنبیہ کرنی ہوتی ہے یعنی مثلاً شرک وکفر جب ایسے خطرناک عمل ہیں کہ اگر بالفرض رسول کے حق میں بھی ان کا تصور کیا جائے تو اس کے اعمال کے لیے بھی تباہ کن ہوں گے تو بھلا دوسروں کے اعمال کے لیے تباہ کن کیونکر نہ ہوں گے۔ یہی وجہ تھی کہ یہ سب آیتیں دشمنوں کے سامنے تلاوت کی جاتی تھیں اور وہ ان پر غیر معقول سے غیر معقول اعتراضات بھی کرتے تھے مگر یہ کبھی ثابت نہیں ہوتا کہ رسول کے کیرکٹر اور اس کے ذاتی کاروکردار پر بھی کبھی ان کو کوئی اعتراض ہوا ہے یا ان آیات کو انھوں نے خود رسول کے برخلاف شہادت سمجھا ہے کیونکہ وہ ذوق سخن سے خوب واقف تھے اور اس قسم کے خطابات

کا مقصد بھی اچھی طرح سمجھتے تھے۔

(ترجمان السنۃ، ۳، =۳۳۰)

ایسی آیات کے بارے میں دوسری جگہ رقم طراز ہیں

اس تفصیلی نظیر (مسئلہ عصمت) کے بعد جب آپ ان آیات کی طرف نظر اٹھائیں گے تو یقیناً آپ کا فیصلہ بدل جائے گا اور جو آیات پہلے آپ کو مسئلہ کے خلاف (عتاب وخطا) نظر آرہی تھیں اب وہی اس مسئلہ پر سب سے بڑا ثبوت نظر آنے لگیں گی، یہاں براہ راست صرف ان خطاباتِ النبیہ پر فیصلہ کرو ان جن کے لب ولہجہ میں حالات و مخاطب کی رعایت سے گرمی ونرمی پیدا ہو جو فن فصاحت و بلاغت کا ایک عام باب ہے مناسب نہیں ہے ایمان نہ تو صرف عیسی علیہ السلام کے حق میں صرف روح اللہ اور کلمۃ اللہ کی نسبت سے کوئی نیا مقام تراش لینا درست ہے اور اسی طرح نہ حق تعالی کے اپنے مخصوص بندوں کے ساتھ کسی عتاب آمیز لہجہ سے ان کے خلاف کوئی اصولی نتیجہ نکال لینا صحیح ہے۔

(ترجمان السنۃ، ۳، =۳۱۶)

عقائد میں ضابطہ

اسی لیے علم عقائد کی کتب میں یہ ضابطہ درج ہے کہ ایسی کوئی بات حضرات انبیاء علیھم السلام کے بارے میں سامنے آئے جو ان کی عصمت کے خلاف ہو اگر وہ اخبار احاد سے ثابت ہے تو اسے ترک کر دیا جائے کیونکہ ان کی عصمت دلائل قطعیہ

سے ثابت ہے اگر اخبار متواتر سے ثابت ہو تو پھر اس میں تاویل کی جائے تاکہ تمام دلائل میں موافقت پیدا ہو جائے۔ علامہ سعد الدین مسعود بن عمر تفتازانی (۷۹۳) نے مخالفین کے جواب میں بیان کیا

فهو ان نقل احادا مردود	تو جو بطور احاد منقول ہیں وہ
وما نقل متواترا او	تو مردود و مسترد ہیں اور بطور متواتر
منصوصا في الكتاب	یا قرآن میں منصوص ہیں انھیں
محمول على السهو	سہو نسیان یا ترک اولیٰ یا دیگر
والنسيان او ترك الاولى	تاویلات پر محمول کیا جائے گا۔
او غير ذلك من المحامل	
والتاويلات	

(شرح المقاصد، ۵=۵۳)

شرح عقائد میں بطور ضابطہ تحریر کرتے ہیں

فما نقل عن الانبياء عليهم	حضرات انبیاء علیہم السلام کے
السلام مما يشعر لكذب	بارے میں جو ایسی چیزیں منقول
او معصية فما كان منقولا	ہیں جن میں کذب یا معصیت کی
بطريق الاحاد فمردود	طرف اشارہ ہے اگر بطریق احاد
وما كان بطريق	منقول ہیں تو وہ مردود و مسترد ہوں
التواتر فمصروف عن	گی اور بطریق تواتر ہیں تو ان میں
الظاهر (شرح عقائد، ص۵۵)	تاویل لازم ہے۔

یہاں یہ الفاظ نہایت قابل توجہ ہیں نبی کی عصمت اس قدر مسلم ہے کہ تواتر سے بھی اگر کوئی چیز اس کے خلاف ثابت ہے تو اس میں تاویل ضروری ہے تو اخبار احاد کا معاملہ پھر کیا حیثیت رکھتا ہے؟

اسی وجہ سے مفسرین و محدثین اور اہل سیر نے ایسے مقامات کی خوب سے خوب تر تاویل و تشریح کر دی ہے تاکہ کسی کے ذہن میں کوئی خلجان ہی نہ رہے مثلاً ارشاد الٰہی ہے"عفا اللہ عنک" بعض لوگوں نے اسے حضور ﷺ پر عتاب قرار دیا لیکن اہل علم نے ان کی خوب تردید کی۔

۱۔ امام ابن المنیر کہتے ہیں محاورہ عرب کے مطابق متوجہ کرنے کے لیے یہ نہ لطف انداز میں دعا ہے کچھ لوگوں کا کہنا کہ یہ ذکر ذنب سے پہلے عفو کا ذکر ہے کچھ نے اس کے برعکس بات کی ہے

وکلہ ذھول عن عتب	یہ تمام اس سے ذہول ہے کہ
الحبیب فی حیفہ علی نفسہ	حبیب پر بھی عتاب ہوتا ہے یہ تو
وھو تخفیف لا تعنیف	آسانی ہے نہ کہ سختی یہ تو مدح ہے نہ
ومدح لاقدح	کہ طعن۔

امام احمد خفاجی علیہ الرحمہ ان کی تفصیلی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں

جزاہ اللہ خیرا عما اھداہ	اللہ تعالیٰ انھیں سب سے اچھی
للعقول السلیمۃ من انفس	جزا دے جنھوں نے عقول سلیمہ کو

التحف ودافع به عن حرمة	بڑا ہی نفیس تحفہ دیا، جاننے والا
النبوة العالی الرتبة لمن	جان لے گا کہ بلند رتبہ حرمت
عرف وانت اذا تأملت	نبوت کا خوب دفاع کیا، جب تم
مابعده من النظم تراه	مابعد نظم قرآن کا گہرا مطالعہ کرو
مصرحاً مما افاده	گے تم اسے امام مذکور کی صراحۃً
(نسیم الریاض،۱:۲۷۶)	تائید پاؤ گے۔

۲۔ امام نفطویہ (۳۲۳) مخالفین کے بارے میں رقم طراز ہیں

ذهب ناس الى ان النبی	کچھ لوگوں نے کہا اس آیت میں
معاتب بهذه الاية وحاشاه	حضور پر عتاب ہے حاشا ہرگز نہیں
من ذلک بل کان مخیرا	بلکہ آپ کو اجازت دینے اور نہ
	دینے کا اختیار تھا۔

اس کی شرح میں امام خفاجی لکھتے ہیں

ای والنبی ﷺ منزه عن ان	یعنی نبی اکرم ﷺ ایسے فعل سے
یفعل ما یستحق العتاب	منزہ ہیں جس پر عتاب ہو تو اس
علیه وانه لاعتاب فی هذه	آیت میں نہ عتاب ہے بلکہ دعا
الاية بل فیها اعزاز واکرام	کے ذریعے اعزاز و اکرام اور آپ
بالدعاء له تصویب لفعله	کے عمل کی تصویب فرمائی گئی ہے

آگے چل کر فرماتے ہیں آپ ﷺ سے یہاں خلاف اولیٰ کا ارتکاب بھی نہیں ہوا

وفیہ اشارة الی کمال الرفق به ﷺ والرعایة له وانه لم یقع منه تقصیرًا لعتاب ولا خطاء فی الاجتهاد ولا ارتکاب لخلاف الاولیٰ کما توهم

اس میں آپ ﷺ پر کمال نرمی اور مہربانی کی طرف اشارہ ہے نہ تو یہ آپ کی تقصیر پر عتاب ہے نہ آپ کی اجتہادی خطا ہے اور نہ ہی خلاف اولیٰ کا ارتکاب ہے جیسا کہ کچھ کو وہم ہو گیا تھا۔

(نسیم الریاض، ۱=۲۸۰، ۲۸۱)

اسی طرح بدر کے قیدیوں کے بارے میں نازل ہونے والی آیات کے بارے میں بھی اہل علم نے واضح کر دیا ہے کہ حضور ﷺ سے یہاں کوئی خطا نہیں ہوئی بلکہ آپ ﷺ کا اجتہاد بالکل درست تھا اس کے مطابق وحی نازل ہوئی جس میں بتا دیا گیا کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کے ہاں یہی فیصلہ لکھا گیا تھا جو آج آپ نے کیا بلکہ یہاں تک اہل علم نے تصریح کر دی ہے کہ خطا تو کجا یہ سرور عالم ﷺ اور صحابہ پر عتاب ہی نہیں بلکہ بعض ان لوگوں پر عتاب ہے جو فقط دنیا ہی چاہتے تھے۔

بندہ یہ تسلیم کرتا ہے کہ اہل علم نے یہاں مختلف توجیہات بیان کی ہیں بعض نے کسی کو مختار جبکہ بعض نے دوسری توجیہ کو پسند کیا مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ دلائل قطعیہ سے حضور ﷺ سے خطا ثابت ہوتی ہے اور اس پر عذاب عظیم کی دھمکی دی گئی ہے لیکن مولانا محمد سرفراز صفدر گکھڑوی نے اپنی کتاب "ازالة الریب عن حقیقة الغیب" میں لکھا

اساریٰ بدر، تحریم شہد، تابیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ (ازالۃ الریب،۸۲)

لہذا اس بات کا نوٹس لینا نہایت ہی ضروری تھا تا کہ کسی کو غلط فہمی پیدا نہ ہو۔

بحمد اللہ ان دنوں ہمارے یہ کام اسلام اور تصور رسول، علم نبوی اور متشابہات، علم نبوی اور منافقین، معراج حبیب خدا اور تفسیر کبیر جز ۳۰ (تیسویں پارہ کی آخری بائیس ۲۲ سورتوں کا ترجمہ) طبع ہو کر آرہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں نہایت ہی عجز و انکسار کے ساتھ دعا ہے کہ انہیں رحمت و فضل سے قبول فرما کر امت کے لیے مفید بنائے اور آخرت میں ہمارے لیے ذریعہ نجات بنائے۔

نوٹ۔

باقی تین مسائل تحریم شہد، تابیر نخل اور منافق کے جنازے کے بارے میں الگ الگ مقالات زیر طبع ہیں۔

محمد خان قادری

خادم کاروان اسلام

۲۹، جنوری، ۲۰۰۵ء، بروز جمعۃ المبارک

فصل اوّل

قیدیوں کا واقعہ

تمین سے مشورہ

مولانا محمد سرفراز صفدر اپنی کتاب "ازالۃ الریب عن حقیقۃ الغیب" میں لکھا

اساریٰ بدر، تحریم شہد، تابیر نخل اور عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے جنازہ وغیرہ میں آپ کی رائے مبارک کے صواب نہ ہونے کا بین ثبوت دلائل قطعیہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ (ازالہ، ۸۲)

ہم اس مقالے میں اساریٰ بدر کے حوالہ سے واضح کرنا چاہ رہے ہیں کہ ان کے بارے میں آپ ﷺ کا فیصلہ صواب و درست تھا، مولانا کا موقف مختار و صواب نہیں اور پھر اسے دلائل قطعیہ سے ثابت کہنا بھی سوائے مغالطہ کے کچھ نہیں۔

پہلے واقعہ کی تفصیل سامنے لے آتے ہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہے حضورﷺ نے بدر کے قیدیوں کے بارے میں لوگوں سے مشورہ مانگا تو حضرت عمر رضی اللہ نے عرض کیا۔ ان کی گردنیں اڑا دینی چاہیں آپﷺ نے اس سے اعراض فرمایا، دوبارہ فرمایا۔

یاایھاالناس ان اللہ قد امکنکم منھم وانما ھم اخوانکم بالامس	اے لوگو اللہ تعالیٰ نے ان میں سے کچھ پر تمہیں غلبہ دیا ہے اور وہ کل تمہارے ہی بھائی تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ گردنیں اڑانے کا مشورہ دیا تو آپ ﷺ نے اعراض کرتے ہوئے سہ بارہ لوگوں سے پوچھا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ، ان کو معاف کرتے ہوئے ان سے فدیہ وصول کر لیں حضورﷺ کے چہرہ اقدس سے پریشانی کے آثار ختم ہو گئے۔ ان سے آپﷺ نے درگزر کرتے ہوئے فدیہ وصولی کا حکم جاری کردیا اس پر قرآن کریم کی یہ آیت نازل ہوئی۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (الانفال، ۶۸)	اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو اے مسلمانو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا اور اس میں تم پر بڑا عذاب آتا

نوٹ: اس روایت سے واضح ہو رہا ہے کہ مشورہ میں تمام لوگ شامل تھے۔

تین سے مشورہ

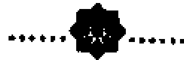
مسند احمد کی ایک روایت میں ہے حضورﷺ نے ان تین حضرت ابو بکر، حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا نبی اللہ، یہ تمام ہمارے رشتہ دار ہیں لہٰذا ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تا کہ اس مال کو ہم کفار کے خلاف خرچ کریں اور ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو ہدایت دیدے تو وہ ہمارا معاون ہوگا، حضورﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے رائے پوچھی تو انہوں نے کہا میری رائے یہ نہیں بلکہ فلاں کو میرے حوالے کر دیں تا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں۔ عقیل کو حضرت علی کے حوالے، حضرت حمزہ کے حوالے فلاں کو، تا کہ وہ انہیں قتل کر دیں اور واضح ہو جائے ہمارے دلوں میں مشرکین سے کوئی لگن نہیں ہے یہ لوگ مشرکین کے سردار اور قائد ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضورﷺ نے حضرت ابو بکر کی رائے کو قبول کیا اور میری رائے کو نہ لیا ان سے فدیہ وصول کیا گیا، دوسرے دن میں حاضر ہوا تو حضورﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں رو رہے تھے میں نے عرض کیا رونے کی وجہ کیا ہے؟ تا کہ میں بھی روؤں اور اگر رونا نہ آئے تو کم از کم رونے کی صورت بنا لوں حضورﷺ نے فرمایا:

ابکی للذی عرض علی اصحابک من اخذھم الفداء لقد عرض علی عذابھم ادنیٰ من ھذہ الشجرۃ	میں اس پر رو رہا ہوں جو تمہارے دوستوں نے مجھے فدیہ لینے کا مشورہ دیا تھا ان پر اس سامنے درخت سے قریب عذاب آ گیا۔

تو اللہ تعالٰی نے یہ آیات نازل کیں۔

ماکان لنبی ان یکون له اسری	کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو
حتی یثخن فی الارض تریدون	زندہ قید کرے جب تک زمین میں
عرض الدنیا واللہ یرید الاخرة	ان کا خون خوب نہ بہائے تم لوگ
واللہ عزیز حکیم لولا کتاب من	دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت
اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم	چاہتا ہے۔ اور اگر پہلے ایک بات
عذا ب عظیم فکلوا مما غنمتم	لکھ نہ چکا ہوتا تو اسے مسلمانو تم نے
حلا لا طیبا	جو کافروں سے بدلے کا مال لے لیا
(سورۃ الانفال۔٦٧۔٦٩)	اس میں تم پر بڑا عذاب آتا تو کھاؤ
	جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ۔

امام مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے بھی روایت کو یوں ہی نقل کیا ہے۔



فصل ثانی

فیصلہ صواب تھا

گیارہ دلائل

فیصلہ صواب تھا

اس واقعہ میں کہیں یہ بات نہیں آئی نہ آیات میں اور نہ احادیث میں کہ سرور عالم ﷺ سے یہ غلطی ہوئی جبکہ جو واقعہ میں غور و فکر کرے گا اسے درج ذیل وجوہ کی بناء پر محسوس و معلوم ہو جائے گا کہ آپ ﷺ کا فیصلہ بالکل صواب و درست ہے۔

وجہ اول

حضور ﷺ نے مشورہ کے بعد فیصلہ کیا آپ ﷺ کے لیے یہی تعلیم الٰہی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وشاورھم فی الامر فاذا عزمت فتوکل علی اللہ	اور کاموں میں ان سے مشورہ لو اور جب کسی بات کا ارادہ پکا کر لو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔

(آل عمران، ۵۹)

تو فیصلہ اللہ تعالیٰ کی تعلیم کے مطابق تھا۔

وجہ ثانی

آپ ﷺ نے فدیہ والوں کی رائے کو قبول کیا، اس میں رحمت، شفقت اور نرمی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جو منصب رحمت عطا کیا ہے یہ اس

ے مطابق ہے، فرمان الٰہی ہے۔

وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین۔ (الانبیاء، ۱۰۷)	اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لیے۔

حتیٰ کہ احد کے دن جب آپ ﷺ کا چہرہ اقدس زخمی ہوا تو عرض کیا گیا مشرکین کے خلاف دعا فرمایئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

انما بعثت رحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون	مجھے تو سراپا رحمت بنایا گیا ہے اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے یہ مجھے نہیں جانتے۔

وجہ ثالث

حضور ﷺ کا فیصلہ تقدیر الٰہی میں لکھے جانے والے اس فیصلہ کے مطابق تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فقط حضور ﷺ کے لیے غنائم کو حلال فرمایا اور اس کا ذکر قرآن میں یوں ہوا۔

لولا کتاب من اللہ سبق (الانفال، ۶۸)	اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یوں منقول ہے۔

یعنی فی ام الکتاب الاول ان الغنائم والا ساری حلال لکم (لمسکم فیما اخذتم) من الاسری۔ (تفسیر القرآن: ۲: ۳۶۶)	ام کتاب اول میں یہ تحریر تھا کہ غنائم اور اساریٰ تمہارے لیے حلال ہیں ورنہ اس فدیہ لینے سے تم پر عذاب آ جاتا۔

حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں حضرت ابو ہریرۃ، حضرت ابن مسعود، سعید بن جبیر، عطاء، حسن بصری، قتادہ اور اعمش سے بھی اس طرح منقول ہے کہ مراد یہ ہے۔

لولا کتاب من اللہ سبق لهذا الامة با حلال الغنائم (لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم)
اگر اللہ نے اس امت کے لیے حلت غنائم لکھا نہ ہوتا تو فدیہ لینے پر تم پر عذاب عظیم نازل ہو جاتا۔

(تفسیر القرآن، ۲:۳۶)

سوال آیات میں حلت غنائم کا ذکر ہے مگر حلت فدیہ کا نہیں!

جواب فدیہ غنیمت میں شامل ہے کیونکہ یہ بھی کفار سے وصول شدہ مال ہوتا ہے۔

حلت غنائم پر احادیث

حضورﷺ کے ارشادات عالیہ اس پر شاہد ہیں کہ مال غنیمت پہلے کسی پر حلال نہ تھا، ارشاد فرمایا۔

واحلت لی الغنائم ولم تکن لاحد قبلی
میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا جو پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔

آیت مبارکہ میں جو آپﷺ کی تخصیص ہے۔ یہ روایت اس پر واضح طور پر شاہد ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں امام محی السنۃ نے نقل کیا ہے جب پہلی آیت مبارکہ نازل ہوئی تو صحابہ نے فدیہ سے ہاتھ روک لیا تو یہ دوسرا حکم نازل ہوا۔

فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا (الانفال، ۶۹)
تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ

تو اس آیت سے ہمیں حلت فدیہ کا بھی علم ہو گیا۔

اور لکھا ارشاد باری "مما غنمتم" سے مراد مطلقاً مال غنیمت ہے جس میں فدیہ بھی شامل ہے۔

وجہ رابع

جس طرح قبول فدیہ کا فیصلہ سابقہ قضاء الٰہی کے مطابق تھا اسی طرح
وہ بعد میں قرآن میں نازل ہونے والی وحی کے بھی عین مطابق تھا، ارشاد ہوا۔

فکلوا مما غنمتم حلالا طیبا (الانفال، ۶۹) تو کھاو جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ۔

جب یہ فیصلہ سابقہ اور لاحق شریعت کے مطابق ہوا تو اسے خطاء کیسے
کہا جا سکتا ہے؟ اور یہ بات پانچویں وجہ سے خوب آشکار ہو جائے گی۔

وجہ خامس

حلت غنائم کے بارے میں نزول شریعت، فکلوا مما غنمتم حضور
ﷺ کی تائید اور اقرار و تصویب ہے، اگر یہ فیصلہ غلط ہوتا تو اللہ تعالیٰ اسے
ثابت رکھ کر تا قیامت شرعی حکم نہ بناتا۔

دوسروں کی رائے

حتیٰ کہ جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اجتہاد میں خطا ہو
سکتی ہے البتہ اس پر اقرار نہیں ہو سکتا وہ بھی مانیں گے، کہ اس فیصلہ میں خطا
نہیں ہوئی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسی فیصلہ کو باقی رکھا تو خطا کیسے ہو سکتی ہے؟

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں۔

وقد استمر الحکم فی الاسری	جمہور علماء کے نزدیک قیدیوں کے
عند جمہور العلماء ان الامام	بارے میں دائمی حکم یہی ہے کہ
تخیر فیہم ان شاء قتل کما فعل	سربراہ کو اختیار ہے چاہے وہ ان کے

ببني قريظة وان شاء فادى بمال كما فعل باسرى بدر او بمن اسر من المسلمين كما فعل رسول الله ﷺ	قتل کا حکم دے جیسا کہ بنو قریظہ کے ساتھ ہوا اور چاہے ان سے مالی فدیہ لے جیسا کہ بدر کے قیدیوں کے ساتھ ہوا یا ان کا مسلمان قیدوں سے تبادلہ کرے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے کیا۔
(تفسیر القرآن: ۲، ۳۴۶)	

تو اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے اسی فیصلہ کو ہی تا قیامت جاری و ساری فرما دیا۔

وجہ سادس

اگر آپ ﷺ کا قیدیوں کے بارے میں فیصلہ و موقف غلط ہوتا تو اللہ تعالیٰ فدیہ کی واپسی اور اس خطا پر معافی مانگنے کا حکم فرماتا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسے ثابت رکھا اور اسے تا قیامت اپنی شریعت قرار دے دیا، اگر خطا تھی تو اسے ثابت اور شریعت بنانا کیسے درست ہوتا؟

وجہ سابع

اگر آپ ﷺ کا یہ موقف خطا ہوتا تو کبھی بھی آپ ﷺ حلت غنائم کو اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت اور اسے اپنا خاصہ کے طور پر بیان نہ فرماتے حالانکہ حضور ﷺ اسے بطور خاصہ بیان کیا بلکہ جو اہم، انفع اور اعظم پانچ خصائص بیان فرمائے ان میں یہ شامل ہے بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ہے مجھے ایسی پانچ چیزیں عطا ہوئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملیں ان میں سے ایک یہ ہے۔

احلت لی الغنائم ولم تحل لاحد قبلی — میرے لیے مال غنیمت کو حلال کر دیا گیا جو پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھا۔

امام خطابی فرماتے ہیں پہلی شرائع دو اقسام کی ہیں۔

۱۔ ان میں جہاد کی اجازت نہ تھی تو وہاں غنائم کہاں؟

۲۔ بعض میں جہاد کی اجازت تھی مگر غنائم ان کے لیے حلال نہ تھے، ہوتا یوں کہ آگ آ کر انہیں جلا دیتی۔

وجہ ثامن

حضور ﷺ نے جو فدیہ قبول فرما لیا اس میں بہت بڑا حکیمانہ راز مضمر تھا کیونکہ شریعت (حکم) بعد میں نازل ہوئی۔

اب وہ یا تو اس فیصلہ کو ثابت رکھتی تو یہی مقصود ہے اور یہی ہوا۔

یا وہ اس فیصلہ کو غلط قرار دے کر فدیہ کی واپسی اور قتل اساری کا حکم جاری کر دیتی۔

موجودہ فیصلہ کی صورت میں فدیہ واپس کر کے ان قیدیوں کو قتل کر دیا جاتا۔ اب اگر آپ ﷺ دوسرا فیصلہ کر کے قتل کروا چکے ہوتے اور حکم شرع فدیہ کا نازل ہو جاتا تو پھر اس وقت کیا صورت حال ہوتی!

تو پھر قتل سے رک جانا ہی سراپا حکمت تھی، جس سے واضح ہوا کہ یہی فیصلہ صواب تھا اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اسے قائم و دائم رکھا۔

قاضی ابوبکر بن العربی کی گفتگو

قاضی ابوبکر بن العربی مالکی (۵۴۳) نے اس موقعہ پر جو سوال و

جواب تحریر کیا اس مقام پر اسے نقل کرنا نہایت ہی اہم ہے۔

سوال: حضور ﷺ نے فدیہ قبول کیا اور فدیہ والی رائے دینے والے صحابہ کی رائے مانی ،کیا یہ ذنب وگناہ ہے؟ بندہ کہتا ہے لوگوں نے ہمارے ہاں اسے خطا قرار دیا ہے جس کے رد کے لیے ہمیں قلم اٹھانا پڑا اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

حاشا للہ من ھذا القول — ایسی بات کرنے سے اللہ کی پناہ

حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کے لیے توقف و انتظار کیا اور پھر ابھی بھی کفار کا قتل فوت نہیں ہوا تھا (یعنی وہ قبضہ میں تھے) پھر حضور ﷺ نے ان کے بڑے بڑے ستر سردار (بدر کے دن) قتل کروائے اور ستر قیدی بنائے کیا یہ اثخان (خوب خون بہانا) کے لیے کافی نہیں۔

وھذا بین عند اھل انصاف — ہر منصف پر یہ بات نہایت ہی آشکار ہے۔ (احکام القرآن:۲:۸۸۵)

نوٹ: اہل علم ایسی بات زباں پر لانے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ رہے ہیں ،ایک ہم ہیں جو اسے دلائل قطعیہ سے حضور ﷺ کی خطا قرار دے رہے ہیں۔

وجہ تاسع

اساریٰ بدر کے بارے میں آپ ﷺ کے اس فیصلہ کو غلط کیسے قرار دیا جاسکتا ہے؟ کیونکہ اس پر شاہد موجود ہے کہ اس موقع پر آپ ﷺ کو حکم یہ ملا تھا کہ صحابہ سے پوچھ لو اور اس کے مطابق فیصلہ کرو۔

امام ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے سند صحیح سے سیدنا علی کرم اللہ

تعالٰی وجہہ سے نقل کیا، بدر کے دن حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آ کر عرض کیا، یا رسول اللہ، قیدیوں کے بارے میں صحابہ سے مشورہ کیجئے اگر چاہیں تو انہیں قتل کر دیں اور اگر چاہیں تو فدیہ لیں مگر اس صورت میں اگلے سال تمہیں اتنی مقدار شہید کروانا ہوگی، مشورہ پر صحابہ نے فدیہ قبول کیا اور عرض کیا ہم شہادت کے لیے تیار ہیں، طبقات ابن سعد میں حضرت قتادہ سے صحابہ کے یہ الفاظ منقول ہیں۔

ہم فدیہ لیں گے اور اس سے ہم ان کے خلاف قوت حاصل کریں گے۔

ویدخل العام القابل منا الجنة سبعون	آئندہ سال ہم سے ستر جنت میں داخل ہوں گے۔

(الطبقات، ۲:۲۲)

حافظ احمد قسطلانی نے یہ نقل کرنے کے بعد لکھا۔

وهذا دليل على انهم لم يفعلوا الا ما اذن لهم فيه	یہ واضح دلیل ہے کہ صحابہ نے اجازت و اذن کے بعد ہی ایسا کیا۔

(المواھب، ۳:۲۵۹)

اس روایت کا تذکرہ مفتی محمد شفیع دیوبندی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

جامع ترمذی، سنن نسائی، صحیح ابن حبان میں بروایت علی مرتضٰی منقول ہے کہ اس موقع پر حضرت جبریل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اور یہ حکم سنایا کہ آپ صحابہ کرام کو دو چیزوں میں اختیار دے دیجئے ایک یہ کہ ان قیدیوں کو قتل کر کے دشمن کی کثرت کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیں دوسرے یہ کہ ان کو فدیہ یعنی کچھ مال لے کر چھوڑ دیا جائے لیکن اس دوسری صورت میں بامر الٰہی یہ طے

شدہ ہے کہ اس کے بدلہ آئندہ سال مسلمانوں کے اتنے ہی آدمی شہید ہوں گے جتنے قیدی آج مال لے کر چھوڑ دیئے جائیں گے۔

(معارف القرآن، ۴: ۲۸۳)

وجہ عاشر

اساریٰ بدر کے فیصلہ کو غلط کیسے قرار دیا جا سکتا ہے؟ حالانکہ بدر سے پہلے سریہ عبداللہ بن جحش میں فدیہ لیا گیا تھا اور اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب نہیں فرمایا۔ اہل سیر نے نقل کیا رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن جحش کو قریش کے قافلہ کے لیے روانہ کیا، انہوں نے عمرو بن حضرمی کو قتل، عثمان بن عبداللہ اور حکم بن کیسان کو گرفتار کر لیا کچھ بھاگ گئے قریش نے ان دونوں کی رہائی کے لیے فدیہ کی پیش کش کی آپ ﷺ نے فرمایا ہمارے ساتھی سعد اور عتبہ کی واپسی تک (انہیں واپسی میں تاخیر ہو گئی تھی) ہم فدیہ نہیں لیں گے ہمیں خوف ہے اگر تم نے انہیں قتل کیا تو ہم تمہارے ساتھیوں کو نہیں چھوڑیں گے، جب دونوں صحابی بخیریت پہنچ گئے۔

ففدا هما رسول الله ﷺ كل	تو ان دونوں کا فدیہ ادا ہوا جو ایک
واحد باربعين اوقية،	کے بدلے چالیس اوقیہ سونا تھا۔

ان میں سے حکم بن کیسان مسلمان ہو گئے اور آپ ﷺ کے ہاں رہے حتیٰ کہ بئر معونہ کے موقعہ پر شہید ہوئے، عثمان بن عبداللہ مکہ چلا گیا اور وہاں حالت کفر میں مرا۔

یہ واقعہ رجب، بعض کے ہاں جمادی الاخرۃ کا ہے حالانکہ بدر رمضان میں تھا ہاں دونوں دوسری ہجری میں ہوئے تو اس سریہ میں اللہ تعالیٰ نے فدیہ لینے پر ہرگز عتاب نہیں فرمایا اگر ممنوع ہوتا تو اللہ تعالیٰ عتاب فرماتا۔

وجہ حادی عشر

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔

ماکان لنبی ان یکون له اسری	کسی نبی کے لائق نہیں کہ کافروں کو
حتی یثخن فی الارض تریدون	زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان
عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ	کا خون خوب نہ بہائے تم دنیا کا مال
(انفال، ٦٧)	چاہتے ہو۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

اس میں بار بار غور کریں اس میں کہیں بھی حضور ﷺ پر عتاب نہیں اگر عتاب ہے تو ان لوگوں پر جنہوں نے عرض دنیا میں فدیہ (مال) لینے کا مشورہ دیا پیچھے گزر چکا ہے آپ ﷺ نے پہلے عام لوگوں سے اور پھر تین صحابہ سے مشورہ لیا۔ تریدون عرض الدنیا سے وہی لوگ مراد ہیں جنہوں نے حصول مال کے لیے مشورہ دیا، رہی آپ ﷺ کی ذات اقدس حاشا وکلا آپ کبھی ایسا خیال بھی نہیں کر سکتے کیونکہ تمام دنیا آپ کے ہاں کیا وقعت رکھتی ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے۔

مالی وللدنیا ما انا والدنیا الا	میرا دنیا کے ساتھ کیا تعلق؟ میں دنیا
کراکب استظل تحت شجرۃ	میں اس مسافر کی طرح ہوں جو کسی
ثم راح وترکھا	سایہ درخت کے نیچے بیٹھتا ہے پھر
	اسے چھوڑ کر روانہ ہو جاتا ہے۔

آپ ﷺ سے یہ کہا گیا آپ کے لیے مکہ کے پہاڑ سونا بنا دیئے جائیں لیکن آپ نے اسے پسند نہ فرمایا تو آپ ﷺ مال فدیہ کی طرف کیسے متوجہ ہو سکتے ہیں؟

امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) رقمطراز ہیں۔

وتریدون الخطاب فیه لمن اراد منهم ذلک ولیس المراد بالمرید النبی ﷺ بعصمته (التقریر والتحبیر، ۳: ۲۹۶)

اورتم دنیا چاہتے ہو، سے مخاطب صحابہ میں سے کچھ لوگ ہیں اس سے مراد سرور عالم ﷺ کی ذات اقدس ہرگز نہیں کیونکہ آپ ﷺ معصوم ہیں۔

پھر فرماتے ہیں اس میں عتاب کہاں۔

بل فیه بیان ماخص به وفضل من بین سائر الانبیاء فکانه قال ماکان هذا لنبی غیرک. (ایضاً: ۳: ۲۹۶)

بلکہ اس میں حضور ﷺ کی ایسی خصوصیت وفضیلت کا تذکرہ ہے جو دوسرے کسی نبی کو حاصل نہیں گویا فرمایا آپ ﷺ کے علاوہ کسی دوسرے نبی کو اس کی اجازت نہیں۔

الغرض صاحب تدبر ان آیات سے حضور کی شان پا رہا ہے جبکہ سرسری مطالعہ والا اسے خطا وعتاب قرار دے رہا ہے۔



فصل ثالث

حلت غنائم مراد ہونا
ہی اصح ومختار ہے

حلت غنائم مراد ہونا ہی اصح ومختار ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم.	اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا ہوتا تو تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لیا اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

کتاب سابق (فیصلہ سابق) کیا تھا؟ اس بارے میں متعدد اقوال ہیں۔

۱۔ تمہارے لیے غنائم حلال جبکہ دوسروں کے لیے حرام۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کے ہوتے ہوئے تم پر عذاب نہ ہوگا۔

۳۔ تمہارے گناہوں کی مغفرت کا وعدہ ہے۔

۴۔ اجتہادی خطا پر گرفت نہیں وغیرہ۔

اگر چہ مفسرین نے عموم پر تصریح کی ہے کہ ان میں سے ہر کوئی آیت کے تحت آسکتا ہے مگر یہ بھی تو تصریح موجود ہے کہ اولین معنیٰ (حلت غنائم کا فیصلہ) لینا اصح ومختار ہے۔

۱۔ امام احمد بن محمد قرطبی (۶۶۸) اس میں اختلاف اور ان میں اصح کی نشاندہی یوں کرتے ہیں۔

اختلف الناس فی کتاب اللہ	لوگوں کا سابق تحریر الٰہی میں اختلاف۔

السابق علی اقوال اصحها ما ہے ان اقوال میں اصح یہی ہے کہ

سبق من احلال الغنائم یہ حلت غنائم کا فیصلہ تھا۔

اس پر ایک حدیث بطور استشہاد پیش کرتے ہیں کہ امام ابو داؤد طیالسی نے مسند میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا، بدر کے دن لوگ غنیمت کی طرف جلد لپک پڑے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مال غنیمت تم سے پہلے کسی پر حلال نہ تھا، پہلے انبیاء اور ان کی امتیں اسے جمع کرتیں پھر آسمان سے آگ آکر اسے جلا دیتی تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں۔

لو لا کتاب من اللہ اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا

(الانفال، ۶۸) ہوتا۔

اسے امام ترمذی نے بھی نقل کیا اور فرمایا یہ حسن صحیح ہے۔

(الجامع لاحکام القرآن، ۸:۵۰)

۲۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تفسیر

حافظ عماد الدین اسماعیل بن کثیر (۷۷۴) نے سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کی تفسیر یہ نقل کی ہے۔

یعنی فی ام الکتاب الاول ان ام الکتاب الاول میں یہ تھا کہ غنائم

المغانم و الا ساریٰ حلال لکم اور قیدی تمہارے لیے حلال

(لمسکم فیما اخذتم) من ہیں ورنہ قیدیوں سے فدیہ لینے پر

الاساریٰ (عذاب) عذاب آجاتا۔

اس طرح یہی تفسیر حضرت ابو ہریرۃ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما

سے بھی مروی ہے پھر متعدد تابعین حضرت سعید بن جبیر، عطاء، حسن بصری۔
قتادہ اور اعمش کا بھی یہی قول ہے۔

۳۔ اس کے بعد لکھتے ہیں۔

وھو اختیار ابن جریر رحمہ اللہ — امام ابن جریر نے اسے مختار قرار دیا ہے۔
(تفسیر القرآن، ۲: ۳۲۶)

تو جو تفسیر رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے منقول ہے اسے ہی ترجیح حاصل ہونی چاہیے اور وہ یہی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے غنیمت کو حلال قرار نہ دیا ہوتا تو تم پر عذاب آتا چونکہ اس کا فیصلہ وہی ہے جو تم نے کیا لہٰذا عذاب کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

۴۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (۵۴۴) رقمطراز ہیں۔

فیہ بیان ماخص بہ وفضل من بین سائر الانبیاء فسبحانہ قال ما کان ھذا لنبی غیرہ کما قال ﷺ احلت لی الغنائم ولم تحل لنبی قبلی
(الشفاء، ۲: ۵۹)

اس فرمان الٰہی میں حضور ﷺ کی ایسی خصوصیت اور فضیلت کا ذکر ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس عمل کی آپ ﷺ کے علاوہ اور کسی نبی کو اجازت نہ تھی جیسا کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے میرے لیے غنائم حلال کیے گئے جبکہ پہلے کسی نبی کے لیے حلال نہ تھے۔

امام احمد خفاجی نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے۔

ای لم یقع هذا الذی خصصت به من اجل اخذک الفدیة لمن اسرته لنبی من الانبیاء السالفة غیرک خاصة احل لک وخیرک الله فی بین الفداء .	یہ خصوصیت کہ آپ ﷺ قیدیوں سے فدیہ لے لیں یہ اجازت آپ کے علاوہ کسی اور نبی کو حاصل نہیں کیونکہ یہ فقط تمہارے لیے حلال کیا ہے اور تمہیں فدیہ اور قتل دونوں کا
(نسیم الریاض، ۵:۳۹۲)	اختیار ہے۔

۵۔ امام قاضی بکر بن العلاء مالکی اسی آیت کے بارے میں لکھتے ہیں۔

اخبر الله نبیه ﷺ فی هذه الایة ان تاویله وافق ماکتب له من احلال الغنائم والفداء وقد کان قبل هذا فادوا فی سریة عبدالله بن جحش (الشفاء، ۲: ۶۰)	اس آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو اطلاع فرمائی کہ ان کا اجتہاد میری تقدیر و فیصلہ کے مطابق ہے یعنی غنائم و فدیہ حلال ہے اور بدر سے پہلے غزوہ عبداللہ بن جحش کے موقعہ پر بھی فدیہ لیا گیا تھا۔

۶۔ امام قاضی ابو بکر بن العربی (۵۴۳) فرماتے ہیں لوگوں کا اس میں اختلاف ہے اور تین اقوال ہیں۔

وهذا کله ممکن صحیح لکن اقواه ماسبق من احلال الغنیمة وقد کانوا غنموا اول غنیمة فی الاسلام حین ارسل النبی ﷺ عبدالله بن جحش فی رجب (احکام القرآن: ۲:۸۸۳)	اور تمام ممکن صحیح ہیں لیکن ان میں اقوی یہی ہے کہ حلت غنیمت کا فیصلہ تھا اور اول غنیمت اسلام میں جو صحابہ نے حاصل کی وہ ماہ رجب میں سریہ عبداللہ بن جحش ہے جسے رسول اللہ ﷺ نے روانہ کیا تھا۔

۷۔ امام برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی (۸۸۵) نے ابتداءً دو اقوال لکھے مگر عذاب عظیم کے تحت لکھا۔

ولکن سبق حکمی بان المغنم ولو بالفدا لکم حلال وان تعجلتم فیه امری.	لیکن میرا ازلی فیصلہ یہی تھا کہ غنیمت تمہارے لیے حلال ہے خواہ بصورت فدیہ ہے اور اگر چہ تم نے اس میں جلدی کی ہے۔

(نظم الدرر، ۳: ۲۴۵)

۸۔ امام ابوالحسن واحدی (۴۶۸) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے حوالہ سے یوں تفسیر کی ہے۔

لولا کتاب من الله سبق یا محمد ان الغنائم لک وفدا الاسریٰ لک ولامتک حلال	اے محمد ﷺ اگر یہ فیصلہ نہ ہوتا مال غنیمت۔ فدیہ اور قیدی بنانا آپ کے لیے اور آپ کی امت کے لیے حلال ہے۔ تو عذاب آ جاتا۔

۹۔ اسی طرح امام ابوالقاسم قشیری (۴۶۵) نے بھی یہی ایک تفسیر نقل کی ہے۔

لولا ان الله حکم فی ازله باحلال الغنیمة لمحمد ﷺ والله لمسکم لاجل مااخذتم من الفداء منهم یوم بدر (عذاب عظیم) ولکن الله اباح لکم الغنیمة فازال عنکم العقوبة .	اگر اللہ تعالیٰ نے ازل میں حضور ﷺ کے لیے مال غنیمت حلال نہ فرمایا ہوتا تو تمہیں بدر کے دن فدیہ لینے پر عذاب آ جاتا چونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے اسے جائز قرار دیا تھا لہٰذا عذاب کا معاملہ ختم

(لطائف الاشارات، ۱: ۴۰۴)

۱۰۔ امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے اگر چہ تفسیر میں اسے مختار قرار نہیں دیا

لیکن ''عصمۃ الانبیاء''۔ میں مخالفین کے جوابات دیتے ہوئے اسی راہ کو اپناتے ہیں، ان کے الفاظ ہیں۔

واما قوله (لولا كتاب من الله سبق) فمعناه لولا ماسبق من تحليل الغنائم لعذبتكم بسبب اخذكم هذا الفداء	اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی (لولا کتاب من اللّٰہ سبق) کا مفہوم یہ ہے کہ اگر ہمارا غنائم کی حلت کا فیصلہ پہلے سے نہ ہوتا تو ہم تمہیں فدیہ لینے پر عذاب میں مبتلا کر دیتے۔
(عصمۃ الانبیاء، ۱۳۲)	

۱۱۔ ڈاکٹر وھبہ زحیلی اس مسئلہ پر لکھتے ہیں۔

فاصح الاقوال فى رأى ابن العربى والقرطبى فى كتاب السابق ماسبق من احلال الغنائم.	امام ابن العربی اور امام قرطبی کی رائے میں سابق فیصلہ میں اصح قول یہی ہے کہ یہ حلت غنائم کا فیصلہ تھا۔
(التفسیر المنیر، ۱۰:۷۶)	

۱۲۔ حافظ صلاح الدین یوسف ''فکلوا مما غنمتم'' کے تحت لکھتے ہیں۔

اس میں میں مال غنیمت کی حلت و پاکیزگی کو بیان کر کے فدیے کا جواز بیان فرما دیا گیا جس سے اس امر کی تائید ہوئی کہ لکھی ہوئی بات سے مراد شاید یہی حلت غنائم ہے۔ (حاشیہ قرآن، ۵۱۰)

نوشتہ تقدیر سے کیا مراد ہے؟

۱۳۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی یہ عنوان قائم کر کے تفسیر مظہری کے حوالہ سے لکھتے ہیں۔

اس کے متعلق ترمذی میں بروایت حضرت ابو ہریرۃ منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال غنیمت تم سے پہلے کسی قوم کسی امت کے لیے حلال نہ تھا۔ بدر کے موقع میں جب مسلمان مال غنیمت جمع کرنے میں لگ گئے حالانکہ ابھی تک ان کے لیے مال غنیمت حلال نہیں کیا گیا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ مال غنیمت کے حلال ہونے کا حکم نازل ہونے سے پہلے مسلمانوں کا یہ اقدام ایسا گناہ تھا کہ اس پر عذاب آ جانا چاہیے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم لوح محفوظ میں لکھا ہوا تھا کہ اس امت کے لیے مال غنیمت حلال کیا جائے گا اس لیے مسلمانوں کی اس خطاء پر عذاب نہیں کیا تھا۔

(معارف القرآن، ۴، ۲۸۵)

نوٹ: جب اس تفسیر سے اشکال بھی دور اور حضور ﷺ کے اجتہاد کا خطا سے پاک ہونا بھی ثابت ہو جاتا ہے تو پھر اسی کو اختیار کرنا چاہیے۔

اعتراض کا جواب

سوال: اب یہ اشکال باقی رہ جاتا ہے کہ حدیث میں آچکا کہ عذاب قریب آ گیا تھا اگر اجتہاد درست تھا تو پھر کیا یہ مناسب تھا؟

جواب: تریدون عرض الدنیا ۔ کے تحت گزرا کہ یہ ان بعض لوگوں کی طرف خطاب ہے جنہوں نے کچھ دنیا داری کے لیے کیا تھا یہی وجہ ہے کہ حضور ﷺ نے جب عذاب کا ذکر کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ عذاب میری طرف مائل تھا بلکہ فرمایا کہ تم پر آنے والا تھا۔ حافظ عراقی فرماتے ہیں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں۔

عرض علی عذاب قومک. یعنی تمہارے لوگوں پر جو عذاب آنا تھا وہ مجھے دکھایا گیا۔

یعنی قومک (تمہارے لوگوں پر) فرمایا عذابی (مجھ پر عذاب) نہ فرمایا۔ (نسیم الریاض، ۵: ۳۹۳)

اسی طرح امام زرقانی (۱۱۲۲) لکھتے ہیں۔

ولذا قال عرض علی عذابکم اس لیے آپ  نے فرمایا تمہارا عذاب دکھایا گیا۔

یعنی عذابی (مجھ پر عذاب) نہیں فرمایا۔

(زرقانی علی المواہب، ۹: ۴۲۶)

فصل رابع

حضور ﷺ پر عتاب نہیں

حضور ﷺ پر عتاب نہیں

حضور ﷺ کی خطا و غلطی قرار دینا تو کجا مفسرین اسے حضور ﷺ پر عتاب مانتے ہی نہیں بلکہ ان کا کہنا یہ ہے کہ یہ بعض صحابہ پر عتاب ہے آپ ﷺ کے لیے ہرگز نہیں، چند کی آرا و تصریحات ملاحظہ کر لیجئے۔

۱۔ امام ابو بکر احمد جصاص حنفی (۳۷۰) اس حقیقت کو یوں آشکار کرتے ہیں کہ یہ صحابہ کے مال غنیمت حاصل کرنے کا معاملہ ہے نہ کہ فدیہ لینے کا مشورہ۔

ومع ذلک فانه یستحیل ان یکون الوعید فی قول قاله رسول الله ﷺ لا نه لا ینطق عن الهوی ان هو الا وحی یوحی	اس کے ساتھ ساتھ واضح رہے کہ وعید و عتاب حضور ﷺ کے قول و اجتہاد پر محال ہے کیونکہ آپ ﷺ خواہش نفس سے بولتے ہی نہیں
(احکام القرآن: ۳:۲۵۸)	بلکہ آپ کا نطق وحی ہوتا ہے۔

۲۔ امام عماد الدین بن محمد الکیا الہراسی شافعی (۵۰۴) نے اس پر یوں گفتگو کی ہے۔

اسر بعضهم رغبة فی الفداء فصار ذلک معصیة منهم مخالفة	بعض لوگوں نے رغبت فدیہ کی بنا پر کفار کو قیدی بنایا تو یہ ان سے

فان قيل افكان النبي عليه الصلاة والسلام موافقاً لهم! قيل بل كان ﷺ امرلهم بالاثخان وبلغهم ذلک من الله تعالیٰ ولذاک كانوا عصاة بترک الامرو فان قيل فلم اضاف الامرالی النبي عليه الصلاة والسلام فقال ماكان لنبی ان يكون له اسریٰ؟ قيل من الممكن انهم سروا الكفار ليسلموهم الی النبي عليه الصلاة والسلام فان قيل لم توقف بعد الاسرفی قتلهم واستثار اصحابه فاشار عن قتلهم واشار ابو بكر باستبقائهم فالجواب ان ذلک لتجويز تخيير بعد الاسرو ان كان الواجب من قبل القتل (احکام القرآن:۳:۱۶۵)

معصیت ومخالفت کا صدور ہوا۔

سوال: کیا رسول اللہ ﷺ نے ان کی موافقت کی تھی؟ جواب، آپ ﷺ نے انہیں خوب خون بہانے کا حکم دیا اور انہیں اللہ کا حکم بتایا اس ترک حکم کی بنا پر وہ نافرمان ٹھہرے۔

سوال: پھر معاملہ کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف کیوں ماکان لنبی ان یکون له اسری؟

جواب: ممکن ہے انہوں نے کفار کو حضور ﷺ کے سپرد کرنے کے لیے گرفتار کیا ہو؟ سوال: آپ ﷺ نے ان کے قتل میں توقف کر کے صحابہ سے کیوں مشورہ لیا؟ اور ان میں کچھ نے قتل کا مشورہ دیا، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے انہیں فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا کہا

جواب: اگر چہ قبل از گرفتاری قتل ہی لازم تھا مگر کے بعد اختیار تھا خواہ قتل کریں یا فدیہ لیں۔

۳۔ امام ابوبکر محمد ابن العربی مالکی (۵۴۳) نے یہاں مسئلہ سابقہ کے تحت سوال و جواب کی صورت میں اسے واضح کرتے ہوئے لکھا۔

فان قیل فقد اختاره النبی ﷺ معهم فهل یکون ذلک ذنبا منه؟	سوال: حضور ﷺ نے ان کی رائے کو قبول فرمایا تو کیا یہ آپ ﷺ سے صدور گناہ ہوا؟

اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

قلنا کذلک توهم بعض الناس فقال انه کا ن من النبی ﷺ فیه معصیة غیر معنیة وحاشا لله من هذا القول انما کان من النبی ﷺ توقف وانتظار ولم یکن القتل لیفوت، مع انهم کانوا قد قتلوا الصنادید واثخنوا فی الارض فانتظر النبی ﷺ هل ذلک کاف فیه ام لا؟ وهذا بین عند اهل الانصاف	تو ہم کہیں گے کہ یہ بعض لوگوں کا وہم ہے جنہوں نے کہا یہ آپ ﷺ سے غیر ارادی معصیت کا صدور ہوا ہم اللہ تعالیٰ کی پناہ ایسی بات سے مانگتے ہیں، حضور ﷺ نے فیصلہ میں توقف و انتظار کیا اور پھر ان قیدیوں کا قتل بھی فوت نہ ہوا تھا اس کے ساتھ یہ بھی تھا مسلمان بڑے بڑے کفار سرداروں کو قتل بھی کر چکے تھے اور زمین پر ان کا خوب خون بہا چکے تھے اس پر پھر آپ ﷺ نے انتظار کیا، کیا یہ کافی تھا یا نہیں؟ اور یہ بات اہل انصاف پر روشن ہے۔
(احکام القرآن، ۲:۸۸۵)	

۴۔ امام ابوعبد اللہ القرطبی (٦٦٨) لکھتے ہیں اکثر مفسرین کی یہی رائے

ہے اور اس کے علاوہ دوسرا معنی کرنا درست ہی نہیں۔ مسئلہ ثانیہ کے تحت رقمطراز ہیں۔

هذه الاية نزلت يوم بدر عتاباً من الله عزوجل لاصحاب نبيه ﷺ والمعنى ما كان ينبغي لكم ان تفعلوا هذا الفعل الذى يوجب ان يكون للنبى صلى الله عليه وسلم اسرى قبل الاثخان ولهم هذا اخبار بقوله (تريدون عرض الدنيا) والنبى ﷺ لم يامر باستبقاء الرجال وقت الحرب ولا اراد قط عرض الدنيا وانما فعله جمهور مباشر الحرب فالتوبيخ والعتاب انما كان متوجهاً بسبب من اشار على النبى ﷺ باخذ الفدية ، هذا قول اكثر المفسرين وهو الذى لايصح غيره

یہ آیت مقدسہ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ پر بطور عتاب نازل ہوئی مفہوم یہ ہے کہ تمہارے شایان شان نہیں تھا کہ تم ایسا فعل کرو جو حضور ﷺ کے لیے خوب خون بہانے سے پہلے قیدی بنانے کا موجب ہو اور انہیں تریدون کے ذریعے اطلاع دی جبکہ حضور ﷺ نے انہیں ہرگز بوقت جنگ لوگوں کی گرفتاری کا نہیں کہا اور نہ مال دنیا کا ارادہ فرمایا تو یہ جنگ میں صحابہ سے ہوا تو زجر و عتاب ان کی طرف متوجہ ہے جنہوں نے فدیہ کا ارادہ اور مشورہ دیا تھا، یہ اکثر مفسرین کا قول ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا قول درست نہیں۔

(الجامع لاحکام القران، جز ۱۰: ۴۶)

د۔ امام ابوزید عبید اللہ بن عمر دبوسی حنفی (۴۳۰) کے الفاظ ہیں۔

فان قيل اليس الله عاتب رسول الله ﷺ على الفداء وقال رسول الله ﷺ لونزل العذاب مانجى الاعمر فدل على ان ابابكر كان مخطأ	سوال، کیا اللہ تعالیٰ نے اس فدیہ پر حضور ﷺ کو عتاب نہیں کیا؟ کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا اگر عذاب نازل ہوتا تو عمر کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا تو معلوم ہوا حضرت ابوبکر ؓ سے خطا ہوئی تھی۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں۔

هذا لايجوز ان يعتقد فان رسول الله ﷺ عمل برائى ابى بكر ولا بد ان يقع عمل رسول الله ﷺ اذا اقر عليه والله تعالىٰ قد قرره عليه فقال فكلوا مما غنمتم حلالا طيبا. (تقویم الادلۃ فی اصول الفقہ، ۴۱)	ایسا کہنا ہرگز نہیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکر کی رائے پر فیصلہ دیا ہے جب یہ حضور ﷺ کا عمل بنا اور اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو قائم رکھا اور فرمایا کھاؤ حاصل کردہ غنیمت کو جو حلال و پاکیزہ ہے۔

۲۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) قاضی ابوزید حنفی کی گفتگو نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں اگر یہ خطا ہے تو اعتراض ہو جائے گا۔

مع انه ليس فيه الزام ذنب النبى ﷺ بل فيه بيان خص به وفضل من بين سائر الانبياء فكانه قال ما كان هذ النبى غيرك	باوجودیکہ اس میں ہرگز حضور ﷺ پر ذنب کا لزوم نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کی وہی فضیلت وخصوصیت کا ذکر ہے جو کسی دوسرے نبی کو حاصل

نہیں گویا فرمایا یہ عمل آپ ﷺ کے علاوہ کسی کے لیے جائز نہیں۔

آگے عتاب کے بارے میں کہتے ہیں۔

وتریدون الخطاب فیه لمن اراد منهم ذلک ولیس المراد بالمرید النبی ﷺ لعصمته	اور تریدون کا خطاب ان کے لیے ہے جنہوں نے فدیہ کا ارادہ کیا۔ نہ کہ نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔

(التقریر، ۳:۳۹۶)

۷۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (۵۴۴) نے بھی یہی اعتراض نقل کیا۔

فان قیل فما معنیٰ قوله تعالیٰ تریدون عرض الدنیا	سوال: اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی "تم نے دنیا کا ارادہ کیا" کا مفہوم کیا ہے؟

اور جواب دیتے ہوئے لکھا۔

الخطاب لمن اراد ذلک منهم و تجرد غرضه لغرض الدنیا وحده والاستکثار منها ولیس المراد بهذا النبی ﷺ ولا علیة اصحابه	یہاں وہ کچھ لوگ مراد ہیں جن کی غرض محض حصول دنیا اور اس کی کثرت تھی حضور ﷺ اور آپ کے کبار صحابہ ہرگز مراد نہیں

پھر اس کی تائید میں حضرت ضحاک تابعی سے یہ روایت نقل کی، جب بدر میں مشرکین بھاگ نکلے تو کچھ مسلمان ان کا ساز و سامان حاصل کرنے لگ پڑے حضرت عمر کہتے ہیں مجھے احساس ہوا شاید کفار دوبارہ حملہ آور نہ ہو جائیں تو اس پر یہ الفاظ نازل ہوئے تریدون عرض الدنیا، یعنی یہ فدیہ کا معاملہ نہیں

بلکہ معاملہ ہی اور ہے۔ (الشفاء،۲: ۵۹)

حضرت ملا علی قاری اس کی شرح یوں کرتے ہیں۔

وھم بعض ضعفا المومنین. اور یہ بعض ضعیف مسلمان تھے۔

(شرح الشفاء،۲: ۲۸۶)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بدر کے دن کچھ مسلمانوں نے مال غنیمت میں جلدی کا ثبوت دیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم سے پہلے مال غنیمت لوگوں کے لیے حلال نہ تھا وہ جمع کرتے اور اسے آگ پر آ کر جلا دیتی اس سے اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل کیں، مولا کتاب من اللہ

(مشکل الاثار، ۸: ۳۷۸)

۸۔ حافظ عراقی نے بڑی تفصیل سے واضح کیا کہ یہ حضور ﷺ پر مواخذہ و عتاب ہرگز نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے کبار صحابہ بھی اس سے بری ہیں۔

فالصواب انه فوض له الاجتهاد في الاسارى فوضه لاصحابه فافتى عمر بالقتل وكان هو المصلحة واجتهد الصحابة بما لم يرد للمصلحة فخلص عمر و لم يواخذ النبي صلى الله عليه وسلم لبذل جهده في اجتهاده فله اجر.	درست یہ ہے کہ قیدیوں کے بارے میں حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت دی اسے آپ نے صحابہ کے سپرد کیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قتل کا کہا اور مصلحت یہی تھی، دیگر اصحاب نے خوب سوچا مگر مصلحت تک نہ پہنچ سکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ بری قرار پائے اور

حضور ﷺ پر بھی مواخذہ نہیں کیونکہ
آپ نے خوب اجتہاد کیا اس لیے
آپ کو اس پر اجر ہے

پھر فرماتے ہیں۔

والیٰ هذا ذهب فحول العلماء و جمع بين ظاهر الاية وما يجب لمقامه صلى الله عليه وسلم من العصمة.	بڑے علماء کا بھی قول ہے اور یہ ظاہر آیت اور عقیدہ معصومیت نبی ﷺ کے درمیان موافقت بھی ہے۔

امام خفاجی اسے نقل کر کے فرماتے ہیں۔

وهو حسن جدًا واحسن مما اختاره المصنف	یہ بہت ہی خوبصورت بات ہے اور مصنف کے مختار سے بھی احسن ہے

(نسیم الریاض، ۵:۳۹۳)

۹۔ امام احمد خفاجی نے امام قرآنی مالکی کے حوالہ سے لکھا۔

انه صلى الله عليه ليس معاتبًا ولا مخاطبًا هنا اصلًا وانه هو التحقيق. (نسیم الریاض، ۵:۳۹۴)	یہ حضور ﷺ پر عتاب نہیں آپ یہاں بالکل مخاطب ہی نہیں اور تحقیق بھی یہی ہے۔

۱۰۔ امام زرقانی (۱۱۲۲) تمام دلائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اساری بدر کے بارے میں یہ حضور ﷺ کا خوبصورت فیصلہ تھا اس کا اللہ تعالیٰ نے رد نہیں فرمایا بلکہ اظہار نعمت کے طور پر اپنے ازلی (غنائم تمہارے حلال میں) فیصلہ کا اظہار فرمایا۔

لاعلی وجه عتاب او انکار او تذنیب — یہ نہ تو عتاب ہے نہ انکار اور نہ گناہ وذنب۔

(زرقانی علی المواہب، ۹:۵۰)

۱۱۔ فخر المفسرین علامہ غلام رسول سعیدی نے بعنوان "بعض صحابہ پر عتاب نازل ہوا نہ کہ رسول اللہ ﷺ پر" کے تحت لکھا۔
بعض لوگوں نے یہ کہا ہے کہ نبی ﷺ نے فدیہ لینے کی رائے کو جو ترجیح دی تھی اس پر یہ عتاب متوجہ ہوا ہے لیکن یہ تفسیر قطعاً باطل ہے یہ عتاب ان بعض صحابہ کی طرف متوجہ ہے جو نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے۔

(تبیان القرآن، ۴:۶۹۳)

۱۲۔ مولانا سید مودودی نے بھی واضح طور پر لکھا ہے کہ
یہ عتاب نبی ﷺ پر نہیں بلکہ مسلمانوں پر ہے۔

(تفہیم القرآن، ۲:۱۵۹)

۱۳۔ مولانا اصلاحی کی گفتگو

ملاحظہ کریں علماء امت، کبار صحابہ کے دامن کو بھی آلودہ نہیں سمجھتے لیکن ہم حضور سرور عالم ﷺ کے بارے میں غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ خطاب ہی کفار کو ہو جنہوں نے غلط پروپیگنڈہ کیا کہ یہ نبی مال لوٹنے کے لیے لوگوں کو آپس میں لڑا رہے ہیں تو اس کے حوالے سے فرمایا میرے نبی اور ان کے صحابہ ہرگز ایسا نہیں سوچتے بلکہ تم دنیا کے حریص ہو اور وہ تمام اللہ تعالیٰ کی منشاء کے مطابق چلتے ہیں اور وہ تو آخرت ہی چاہتا ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی نے یہ گفتگو کی ہے ہم اسے پورا نقل کیے دیتے ہیں۔

آگے قریش کے اس پراپیگنڈے کا جواب دیا ہے جو انہوں نے بدر میں شکست کھانے کے بعد اسلام، مسلمانوں اور نبی ﷺ کے خلاف شروع کیا۔ جنگ بدر سے پہلے تک تو، جیسا کہ پیچھے تفصیل سے ذکر ہو چکا ہے، وہ اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری کو اسلام کے خلاف بطور ایک دلیل کے پیش کرتے تھے۔ کہتے کہ یہ دین اگر حق ہوتا تو کیا اس کو ایسے ہی کمزور و ناتوان حامل ملتے، اگر محمد ﷺ خدا کے پیغمبر ہوتے تو کیا وہ ایسے ہی بے کوسیلہ و ذریعہ اور بے حامی و مددگار ہوتے اگر اسلام حق ہوتا تو کیا ہم پر کوئی عذاب نہ آ جاتا؟ مختصر یہ کہ وہ اپنے غلبہ اور اسلام کی مغلوبیت کو اسلام کے باطل ہونے اور اپنے برحق ہونے کی دلیل ٹھہراتے۔ یہاں تک کہ غزوہ بدر کو انہوں نے خود فیصلہ کی ایک کسوٹی کا درجہ دے دیا اور ان کے لیڈروں نے علانیہ یہ کہا کہ اس جنگ میں جو جیتے گا وہ حق پر سمجھا جائے گا۔ بالآخر جب جنگ کا نتیجہ ان کے خلاف نکلا اور وہ خود اپنی ہی انتخاب کردہ کسوٹی پر کھوٹے ثابت ہو گئے تو انہیں اپنی قوم کو سنبھالنے اور بدر کی شکست کے اثرات سے اسکو بچانے کے لیے اپنے پروپیگنڈے کے رخ کو بدلنا پڑا۔ اب انہوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ کہیں کسی پیغمبر کے بھی یہ کام ہوتے ہیں کہ وہ اپنی قوم کو یوں باہم لڑا دے، ملک میں خونریزی کرائے۔ اپنے ہی بھائی بندوں کو قیدی بنائے، ان سے فدیہ وصول کرے، ان کا مال لوٹے اور اس کو اپنے ساتھیوں کو بانٹ کر کھائے کھلائے؟ ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ سارے کام تو اقتدار و سلطنت کے طالبوں اور دنیا داروں کے ہیں تو یہ پیغمبر کہاں سے

ہوئے اور ان کو خدا سے کیا واسطہ؟

قریش نے اپنے پروپیگنڈے سے ایک طرف تو، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، اپنی قوم کو بدر کی شکست کے اثرات سے بچانا چاہا کہ مبادا مسلمانوں کی اس فتح مبین سے وہ اسلام اور محمد ﷺ کی حقانیت کا کوئی تصور قبول کرے، دوسری طرف نہایت ہوشیاری سے مسلمانوں کے اس جوش جہاد پر ضرب لگانی چاہی جو بدر کے بعد قدرتی طور پر بہت نمایاں ہو گیا تھا اور جس پر، اوپر کی آیات میں مسلمانوں کو ابھارا گیا ہے۔ یہ صورت حال مقتضی ہوئی کہ اس سلسلہ میں ان کے اس پروپیگنڈے کا جواب دے دیا جائے کہ کم از کم مسلمانوں پر اس کا کوئی برا اثر نہ پڑنے پائے۔ چنانچہ یہاں تمام متعلق گروہوں کو مخاطب کر کے اس کا جواب دیا گیا۔

پہلے قریش کے لیڈروں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ جو کچھ پیش آیا اس کی ذمہ داری نبی پر نہیں بلکہ خود تم پر ہے۔ کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ قیدی پکڑے، فدیہ وصول کرے اور مال غنیمت لوٹنے کے لیے زمین میں خونریزی تک نوبت پہنچا دے۔ ان چیزوں کے طالب تم ہو، خدا ان چیزوں کا طالب نہیں ہے۔ شکر کرو کہ ابھی بات یہیں تک رہ گئی۔ ورنہ تم نے جو شرارت کی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ تم پر خدا کا کوئی سخت عذاب آ جاتا لیکن اللہ نے ہر چیز کا ایک وقت مقرر کر رکھا ہے اس وجہ سے تمہیں کچھ مہلت دے دے گئی۔

اس کے بعد مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ان شریر لوگوں کے پروپیگنڈے سے ذرا بھی متاثر نہ ہو۔ جو مال غنیمت تم نے حاصل کیا وہ تمہارے لیے بالکل حلال طیب ہے۔

اسی سلسلہ میں جنگ بدر کے ان قیدیوں کو جنہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تھا۔ یہ پیغام دلوایا کہ وہ یہ فدیہ لیے جانے سے دل گرفتہ نہ ہوں۔ یہ ان کے اوپر ایک احسان کیا گیا ہے اور اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو بہت ممکن ہے کہ اللہ ان کو اپنے مزید احسان سے نوازے اور اگر انہوں نے اس کی قدر نہ کی بلکہ پھر اسلام کے مقابل میں جنگ کے لیے آئے تو یاد رکھیں کہ اس سے بھی سخت دن دیکھیں گے۔ اسی روشنی میں آگے کی آیات تلاوت فرمایئے۔

اس کے بعد الفاظ کی تحقیق اور جملوں کی وضاحت کرتے لکھتے ہیں۔

ماکان، کا اسلوب بیان رفع الزام کے لیے

"ماکان لنبی ان یکون لہ اسری حتی یثخن فی الارض ، ماکان "کا اسلوب بیان الزام اور رفع الزام دونوں کے لیے آ سکتا ہے اور قرآن میں دونوں ہی قسم کے مواقع میں یہ اسلوب استعمال ہوا ہے۔ اس امر کا تعین کہ یہ الزام کے لیے ہے یا رفع الزام کے لیے موقع ومحل، سیاق وسباق، قرینہ اور مخاطب کو پیش نظر رکھ کر کیا جاتا ہے۔ بعینہ یہی اسلوب بیان آل عمران ۱۶۱ میں ہے۔ وما کان لنبی ان یغل ومن یغلل یأت بما غل یوم القیمة (اور کسی نبی کی یہ شان نہیں کہ وہ خیانت کرے اور جو خیانت کرے گا وہ قیامت کے دن اپنی خیانت کے ساتھ حاضر ہوگا) ظاہر ہے کہ یہ آیت الزام کے لیے نہیں بلکہ رفع الزام اور نبی کی تنزیہ شان کے لیے ہے اس آیت کے بارے میں تمام اہل تاویل کا اتفاق ہے کہ منافقین کو مخاطب کر کے یہ بات واضح کی گئی ہے کہ تم نبی پر خیانت کی جو تہمت دھرتے ہو یہ سورج پر تھوکنے کی کوشش کے

مترادف ہے، کوئی نبی بھی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ خیانت اور بے وفائی کا مرتکب ہو۔ ٹھیک اسی اسلوب پر آیت زیر بحث میں قریش کی تردید کی گئی ہے کہ تم نبی پر یہ الزام جو لگاتے ہو کہ یہ ہوس اقتدر میں مبتلا ہیں، اپنی قوم میں انہوں نے خونریزی کرائی، اپنے بھائیوں کو قید کیا، ان کا مال لوٹا، ان سے فدیہ وصول کیا، یہ ساری باتیں تمہاری اپنی کھسیاہٹ مٹانے کے لیے ہیں۔ کوئی نبی اس بات کا روادار نہیں ہوتا کہ وہ قیدی پکڑنے، فدیہ وصول کرنے اور مال غنیمت لوٹنے کے شوق میں ملک میں خوں ریزی برپا کر دے۔ یہ باتیں تم اس لیے کہتے ہو کہ تم نبی کو اپنے اوپر قیاس کرتے ہو تمہاری چاہتیں چونکہ یہی کچھ ہیں، تم سمجھتے ہو کہ نبی بھی یہی کچھ چاہتا ہے۔

خطاب قریش سے

"تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرہ" یہ خطاب قریش سے ہے۔ قرآن میں خطاب کا انداز، جیسا کہ ہم بار بار واضح بھی کر چکے ہیں، بالکل اسی طرح کا ہوتا ہے جو ایک اعلیٰ خطیب تقریر میں اختیار کرتا ہے۔ جتنی پارٹیاں سامنے ہوتی ہیں بیک وقت سب کی طرف رخ بدل بدل کر ان کے ذہن کے لحاظ سے بات کہتا چلا جاتا ہے۔ خود بات ہی واضح کر دیتی ہے کہ مخاطب کون ہے اور اس کے کس شبہ یا اعتراض کا کیا جواب دیا گیا ہے۔ یہاں بھی یہی صورت ہے۔ اس آیت کا مخاطب مسلمانوں کو اور وہ بھی سید عالم ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو تو ماننے کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور بالفرض اس آیت کا مخاطب دل پر جبر کر کے نبی ﷺ اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو تھوڑی دیر کے لیے کوئی مان

بھی لیں تو اس کے بعد جو آیت آ رہی ہے اس کا مخاطب نبی ﷺ اور صدیق اکبرؓ کو ماننے کے لیے کوئی دل وجگر کہاں سے لائے۔

اسلوب بیان کی بلاغت

بہر حال ہمارے نزدیک یہ خطاب قریش سے ہے اور یہ ان کے اس پروپیگنڈے کا جواب دیا جا رہا ہے جس طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔ فرمایا کہ اس قسم کی دنیا طلبی تمہارا ہی شیوہ ہے اللہ تو آخرت کو چاہتا ہے۔ یہاں اسلوب بیان کی یہ بلاغت ملحوظ رہے کہ یہ نہیں فرمایا کہ نبی اور اہل ایمان آخرت کے طلب گار ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ اللہ آخرت کو چاہتا ہے۔ اس سے مقصود اس حقیقت کا اظہار ہے کہ نبی اور اہل ایمان کے ہاتھوں جو کچھ یہ ہو رہا ہے ان کی اپنی مرضی سے نہیں ہو رہا ہے بلکہ اللہ کی مرضی اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے، نبی اور اہل ایمان کی حیثیت اس سارے کام میں محض آلہ اور واسطہ کی ہے۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں۔ یہی عین اللہ کا ارادہ اور اس کی مرضی ہے۔ اللہ کی مرضی اپنے بندوں کے لیے یہ ہے کہ وہ ہر کام آخرت کو اپنا نصب العین بنا کر کریں تو نبی اور اس کے ساتھیوں کا کوئی اقدام اللہ کی مرضی کے خلاف کس طرح ہو سکتا ہے۔ گویا بدر اور اس سلسلہ کے تمام اقدامات کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے اپنے اوپر لے لی۔ آخر میں فرمایا کہ اللہ عزیز وحکیم ہے۔ وہ جو ارادہ فرماتا ہے اس کو کوئی روک نہیں سکتا اور اس کا ہر ارادہ عدل وحکمت پر مبنی ہوتا ہے۔ اب تم جو ژاژ خائی کرنا چاہتے ہو کرتے رہو۔

آگے کے لیے ایک تنبیہ

"لولا کتب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم"

یعنی تم نے اتنے ہی پر یہ واویلا برپا کر رکھا ہے۔ حالانکہ یہ تو صرف ایک چرکا ہے جو تمہیں لگا ہے۔ تم نے جو شرارت اس موقع پر کی تھی اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس پر تمہیں ایک عذاب عظیم آ پکڑتا لیکن اللہ نے چونکہ ہر امت کے لیے ایک وقت مقرر کر رکھا ہے، جس سے پہلے کسی قوم کا فیصلہ نہیں ہوتا اس وجہ سے اس نے تمہیں مہلت دے دی۔ مطلب یہ ہے کہ اس شور و غوغا کے بجائے بہتر یہ ہے کہ اس مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور اس فیصلہ کن گھڑی کے آنے سے پہلے پہلے اپنی روش کی اصلاح کر لو۔

"فیما اخذتم" میں ما کے ابہام کی یہاں کوئی وضاحت موجود نہیں اور اخذ، کا لفظ لینے، کرنے، اختیار کرنے، کسی ڈھب کو اپنانے، کسی کام کو شروع کرنے، سب کے لیے آتا ہے۔ سورۂ توبہ میں ہے "وان تصبد مصیبة یقولوا قد اخذنا امرنا من قبل" (اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو یہ منافق کہتے ہیں خوب ہوا ہم نے اپنا بچاؤ پہلے ہی کر لیا تھا) یہاں یہ مطلب ہوگا کہ جو طریقہ تم نے اختیار کیا اس کی بناء پر تم سزا وار تو تھے ایک عذاب عظیم کے لیکن اللہ کے قانون کے تحت تمہیں کچھ مہلت مل گئی۔

مفسرین کی ایک الجھن کا ازالہ

ہمارے مفسرین کو ان آیات کی تاویل میں بڑی الجھن پیش آئی ہے۔

ان کے نزدیک یہ نبی ﷺ حضرت ابو بکر صدیق ؓ اور دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم

اجمعین پر عتاب ہے کہ وہ زمین میں خوں ریزی کیے بغیر بدر کے قیدیوں سے فدیہ لینے پر کیوں راضی ہو گئے۔ صحیح تاویل واضح ہو جانے کے بعد اب اس بات کی تردید کی ضرورت باقی نہیں رہی تاہم چند باتیں ذہن میں رکھیے۔

ایک یہ کہ فدیہ قبول کرنے کے معاملے میں نبی ﷺ اور صحابہؓ سے بالفرض غلطی ہوئی بھی تو یہ کسی سابق ممانعت کی خلاف ورزی کی نوعیت کی غلطی نہیں تھی۔ بلکہ صرف اجتہاد کی غلطی تھی۔ اجتہاد کی غلطی ایسی چیز نہیں ہے جس پر ایسی سخت وعید وارد ہو۔ بالخصوص ایک ایسا اجتہاد جس کی تصدیق فوراً ہی خود اللہ تعالیٰ نے کر دی ہے۔

دوسری بات یہ کہ یہ اجتہاد کی غلطی بھی نہیں تھی۔ جنگ کے قیدیوں سے متعلق یہ قانون سورۂ محمد میں پہلے بیان ہو چکا تھا کہ وہ قتل بھی کیے جا سکتے ہیں، فدیہ لے کر بھی چھوڑے جا سکتے ہیں اور بغیر فدیہ لیے محض احساناً بھی چھوڑے جا سکتے ہیں۔

تیسری یہ کہ جہاں تک خوں ریزی کا تعلق ہے اس کے اعتبار سے بھی بدر میں کوئی کسر نہیں رہ گئی تھی۔ قریش کے ستر آدمی، جن میں بڑے بڑے سردار بھی تھے، مارے گئے، کم وبیش اتنے ہی آدمی قید ہوئے، باقی فوج بھاگ کھڑی ہوئی تو آخر لڑائی کس سے جاری رکھی جاتی؟

چوتھی یہ کہ یہاں عتاب کے جو الفاظ ہیں وہ قرآن کے مخصوص الفاظ ہیں۔ جو شخص قرآن کے انداز بیان سے آشنا ہے وہ جانتا ہے کہ ان لفظوں میں قرآن نے کفار و منافقین کے سوا اور کسی پر عتاب نہیں کیا ہے۔ نقل کرنے میں طوالت ہوگی، جس کو تردد ہو وہ قرآن میں ان تمام مواقع پر ایک نظر ڈال لے

جہاں "لولا کتب من اللہ الایۃ" کے الفاظ سے کسی پر عتاب ہوا ہے۔

مسلمانوں کو اطمینان دہانی

اب یہ مسلمانوں کی طرف رخ کر کے انہیں اطمینان دلایا کہ تم ان لوگوں کی ان ہفوات کی مطلق پروا نہ کرو، جو مال غنیمت یا فدیہ تمہیں حاصل ہوا ہے اسے کھاؤ برتو، یہ تمہارے لیے حلال و طیب ہے، چونکہ یہ بات بعینہٖ اسی بات کا ایک حصہ ہے جو اوپر والی آیات میں مسلمانوں کے دفاع میں کہی گئی ہے اس وجہ سے "ف" کے واسطہ سے اس پر عطف کر دی گئی ہے۔ بس اتنا فرق ہوا ہے کہ اوپر کی بات قریش کو مخاطب کر کے کہی گئی ہے۔ اس لیے کہ وہ انہی سے کہنے کی تھی اور اس دوسری بات کا رخ مسلمانوں کی طرف ہو گیا ہے اس لیے کہ یہ انہی کو جتانے کی تھی۔ خطاب میں اسی طرح کی جو لطیف تبدیلیاں ہوتی ہیں اس کی متعدد مثالیں خود اس سورہ میں بھی گزر چکی ہیں۔ ایک نہایت عمدہ مثال سورۂ یوسف میں موجود ہے۔

یوسف اعرض عن ھذا واستغفری للذنبک انک کنت من الخاطئین	یوسف، تم اس سے اعراض کرو، اور تو اپنے گناہ کی مغفرت چاہ بے شک تو ہی خطا کاروں میں سے ہے۔

دیکھیے، ایک ہی سانس میں عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کو بھی خطاب کیا ہے اور اپنی بیوی کو بھی اور رخ کی تبدیلی اور بات کی نوعیت سے خطاب کا فرق بغیر کسی التباس کے نمایاں ہو گیا۔

یہاں مسلمانوں کو مال غنیمت کے حلال و طیب ہونے سے متعلق جو

اطمینان دلایا گیا وہ درحقیقت قریش کے جواب میں ہے۔ ہم اوپر اشارہ کر چکے ہیں کہ واقعہ بدر کے بعد قریش نے یہ پروپیگنڈا شروع کیا کہ مسلمان مدعی بن کر تو اٹھے ہیں دینداری کے لیکن ان کے کام بالکل دنیاداروں کے ہیں۔ بھلا دین داروں کے یہی کام ہوتے ہیں کہ ملک میں خونریزی کریں۔ مال غنیمت لوٹیں، فدیہ وصول کریں اور اس کو مزے سے کھائیں؟ یہ تو وہی شیوہ ہے جو ہمیشہ سے دنیاداروں کا شیوہ ہے۔ قرآن نے بتایا کہ تم ان مفتیوں کے فتوے کی ذرا پروا نہ کرو۔ ان کے نزدیک تو تم بہر شکل گنہگار ہو۔ اگر تم اس جنگ میں ہار جاتے تو تمہارا ہار جانا ان کے نزدیک تمہارے باطل ہونے کی دلیل بنتا اب جب کہ جیت گئے ہو تو تمہارا قیدی پکڑنا، مال غنیمت پانا اور فدیہ وصول کرنا اور اس کو کھانا ان کے نزدیک تمہارے باطل پر ہونے کی دلیل ہے۔ ان لوگوں سے عہدہ برآ ہونے کی شکل بس یہ ہے کہ ان کی پروانہ کرو اور اللہ نے جو فتوح تمہیں بخشی ہیں ان سے فائدہ اٹھاؤ۔ یہ تمہارے لیے حلال طیب ہیں۔

یہ امر یہاں ذہن میں رکھیے کہ اس زمانے میں عام طور پر مذہب کے رہبانی تصور کا غلبہ تھا اس وجہ سے اس امکان کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا کہ بہت سے نیک دل لوگ قریش کے اس پروپیگنڈے سے متاثر ہو جائیں جس کا اثر مسلمانوں کے اس ولولۂ جہاد پر پڑے جس کی اس سورۂ میں دعوت دی جا رہی ہے۔ قرآن نے ان کی تردید کر کے اس امکان کا سد باب کر دیا ہے۔

"واتقوا اللہ ان اللہ غفور رحیم" مطلب یہ ہے کہ جو چیز جائز اور طیب ہے اس کو تو کھاؤ البتہ اللہ سے ڈرتے رہو کہ کسی ایسی چیز میں آلودہ نہ ہو جاؤ جس سے خدا نے منع فرمایا ہے۔ اگر تم حدود الٰہی کے تجاوز سے بچتے رہے تو وہ

تمہاری چھوٹی موٹی غلطیوں اور کوتاہیوں پر گرفت نہیں فرمائے گا، وہ غفور رحیم ہے۔

"یا یھا النبی قل لمن فی ایدکم من الاسری ان یعلم
الله فی قلوبکم خیرا مما یؤتکم خیر ما اخذ منکم
ویغفر لکم والله غفور رحیم وان یرید واخیانتک
فقد خانوا الله من قبل فامکن منهم والله علیم
حکیم" (۷۰.۷۱)

اب یہ بدر کے قیدیوں کے لیے ایک پیغام بھی ہے اور ساتھ یہ ایک دھمکی بھی۔ پیغام تو یہ ہے کہ تم سے جو فدیہ لیا گیا ہے اس سے دل گرفتہ ہونے کے بجائے تمہیں اللہ اور رسول کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ قتل کرنے کے بجائے تمہیں فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا۔ یہ تمہارے اوپر اللہ اور رسول کا بہت بڑا احسان ہے اور اس احسان کا حق یہ ہے کہ تم ٹھنڈے دل سے اپنے رویہ کا از سر نو جائزہ لو اور سارے معاملہ پر جذبات کے بجائے عقل و انصاف کی روشنی میں غور کرو۔ اگر تم نے ایسا کیا تو تم احسان کی قدر کرنے والے بنو گے اور تمہاری یہ سعادت اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اس کی توفیق کو تمہاری طرف متوجہ کرے گی اور اس فدیہ سے جو تم سے لیا گیا ہے، کہیں بڑھ کر وہ تمہیں اسلام کی نعمت سے بخش دے گا اور تمہاری مغفرت فرمائے گا۔

"وان یریدوا خیانتک فقد خانوا الله من قبل الایة" یہ پیغمبر ﷺ کو تسلی اور ان کے قیدیوں کو دھمکی ہے۔ پیغمبر کو خطاب کر کے فرمایا کہ اگر انہوں نے بے وفائی کی اور تم نے ان پر جو احسان کیا ہے اس کی قدر نہ پہچانی۔ پھر لڑنے کے لیے آئے تو یہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑیں گے۔ اپنی ہی شامت بلائیں اس سے پہلے انہوں نے خدا سے بے وفائی و بدعہدی کی تو اس کا مزا انہوں نے

چکھا کہ خدا نے ان کو تمہارے ہاتھ میں دے دیا۔ اگر یہی حرکت انہوں نے پھر کی تو خدا پھر انہیں قابو میں دے دے گا اور یہ اپنی اس بدعہدی کی سزا بھگتیں گے۔ یہاں جس بدعہدی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ کہ اللہ نے ان کو اپنے حرم کا پاسبان بنایا اور ان کو ملت ابراہیم کی وراثت سپرد کی تو انہوں نے حرم کی حرمت برباد کی اور ملت ابراہیم کو مسخ کیا جس کے نتائج ان کے آگے آ رہے ہیں۔ اگر اپنے جرم پر یہ کچھ اور اضافے کرنا چاہتے ہیں تو یہ شوق بھی کر لیں۔ اس کے پھل بھی یہ چکھیں گے۔

ان دونوں آیتوں پر غور کیجئے تو یہ بات واضح ہوگی کہ آنحضرت ﷺ نے بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر جو چھوڑ دیا تو نہ صرف یہ کہ اللہ تعالیٰ کو اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نے اس کو پسند فرمایا اور ان قیدیوں کو یہ پیغام بھجوایا کہ یہ اس لیے کیا گیا ہے کہ اگر انہوں نے اس احسان کی قدر کی تو اس سے ان کے لیے قبول اسلام اور مغفرت کی راہیں کھلیں گی۔

غور کیجئے کہ کہاں یہ بات اور کہاں وہ جو محض بعض تفسیری روایات کی بناء پر مفسرین نے اختیار فرمائی کہ آنحضرت ﷺ پر اس بات کے لیے عتاب ہوا کہ اچھی طرح خون بہائے بغیر تم نے قیدی کیوں پکڑے اور فدیہ کیوں قبول کیا۔

(تدبر قرآن، ۳:۹۸ تا ۱۰۵)

۱۴۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں

"تریدون عرض الدنیا" میں ان صحابہ کرام کو خطاب ہے جنہوں نے فدیہ لے کر چھوڑنے کی رائے دی تھی۔

(معارف القرآن، ۴:۲۸۴)

یہاں یہ بات بھی قابل نظر ہے کہ اس آیت میں عتاب و تنبیہ کا خطاب صحابہ کرام کی طرف ہے اگرچہ رسول کریم ﷺ نے بھی ان کی رائے کو قبول فرما کر ایک گونہ شرکت ان کے ساتھ کر لی تھی مگر آنحضرت ﷺ کا یہ عمل خالص آپ کے رحمۃ للعالمین ہونے کا مظہر تھا کہ صحابہ میں اختلاف رائے ہونے کی صورت میں اس صورت کو اختیار فرما لیا جو قیدیوں کے حق میں سہولت و شفقت تھی۔ (معارف القرآن، ۴، ۲۸۵)



فصل خامس

یہ خطاب ہی صحابہ سے ہے

یہ خطاب ہی صحابہ سے ہے

بہت سارے مفسرین نے تصریح کی ہے کہ یہ خطاب صحابہ سے ہے اور مضاف مقدر ہے اور عبارت یوں ہے۔

ماکان لاصحاب نبی	نبی کے صحابہ کے لیے یہ مناسب نہیں

ا۔ مولانا اشرف علی تھانوی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔

اے مسلمانو تم نے نبی ﷺ کو جوان قیدیوں سے کچھ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا یہ بے جا تھا پھر حاشیہ میں کہا کہ ہم نے جو ما کان لنبی کا ترجمہ اے مسلمانو کیا ہے۔

ھذا اولٰی من المشھور یؤیدہ قول بعضھم ان الکلام علی تقدیر مضاف ای ماکان لاصحاب نبی.	مشہور سے یہ اولیٰ و بہتر ہے اور اس کی تائید بعض مفسرین کے اس قول سے ہے کہ یہاں مضاف حذف ہے عبارت یوں ہے "ماکان لاصحاب نبی"۔

(بیان القرآن، ۴:۸۷)

لیکن چونکہ کوئی فساد نہ ہوا اور اتفاقاً تمہارا مشورہ صائب نکل آیا اس لیے تم سزا سے بچ گئے۔ (بیان القرآن، ۴:۸۷)

تحقیق ضروری اس کے متعلق یہ ہے کہ اس قصہ میں صحابہ نے آیا کسی

نص کے ہوتے ہوئے قیاس کیا یا بدون نص کے قیاس کیا، شق اولیٰ پر تو یہ اشکال ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے کیوں موافقت فرمائی اور شق ثانی یہ اشکال ہے کہ عتاب کیوں ہوا؟ خاص کر جبکہ وحی سے اختیار دے دیا گیا تھا پھر یہ کہ عتاب میں صحابہ کی کیا تخصیص کی گئی جبکہ حضور ﷺ بھی قبول کرنے میں شریک تھے۔

اس کا جواب دیتے ہوئے رقمطراز ہیں

کہ ہم شق ثانی کو اختیار کرتے ہیں اور وجہ عتاب یہ ہے کہ ایک جز اس رائے کا مبنیٰ مصلحت دنیویہ یعنی اخذ مال بھی تھا جس کے فنا یعنی جب دنیا کا مذموم ہونا پہلے سے معلوم تھا جس کی طرف "تریدون عرض الدنیا " میں صاف اشارہ ہے رہا صحابہ کا پھر اس طرف مبادرت کرنا اس میں غلطی یہ ہوئی کہ دوسرا جز اس میں مصلحت دینیہ یعنی احتمال ان کے اسلام لے آنے کا جیسا در منثور میں ہے "فیکون عوناً لا صحابک "اور "لعل اللہ یتوب علیھم" سے مجموعہ دونوں مصلحتوں کا معلوم ہوتا ہے...... وجہ عتاب قلت تامل میں ہے پس اشکال اولیٰ رفع ہو گیا۔

رہا دوسرا اشکال کہ وحی سے اختیار دیدیا گیا تھا جواب یہ ہے کہ وہ صیغہ تخییر کا تھا مقصود تخییر نہ تھی کیونکہ جس طرح امر کا ہے توبیخ کے لیے ہوتا ہے اس طرح تخییر کا ہے امتحان کے لیے ہوتی ہے۔ صحابہ کو صور تخییر سے شبہ ہو گیا اس لیے مبادرت کی ...... اس لیے عتاب ہوا۔

تیسرے اشکال کا جواب

تیسرے اشکال کا جواب ہے کہ جو مبنیٰ ان کے لیے مذموم تھا وہ جناب رسول اللہ ﷺ کے لیے محمود تھا کیونکہ ان کو تو مقصود نفع پہچانا تھا اپنے نفس کو مال

سے اور یہ غیر محمود ہے اور آپ کا مقصود تھا نفع پہنچانا اپنے غیر کو کہ وہ صحابہ ہیں اور یہ محمود ہے جیسا کہ ظاہر ہے کہ یہ قصد کرنا مجھ کو اتنا روپیہ مل جاوے حرص ہے اور یہ قصد کرنا کہ فلاں غریب کو اتنا مل جاوے شفقت اور جود و کرم ہے۔

آپ کا گریہ

رہا آپ کا گریہ فرمانا یا تو غایت ہیبت سے ہے اور یا صحابہ کی محبت سے ہے کہ ان کو ضرور پہنچتا اور بعض روایات میں جو آیا ہے (کہ اگر) عذاب نازل ہو تو کوئی نہ بچتا مراد یہ ہے کہ صحابہ میں سے کوئی نہ بچتا یہ نہیں کہ میں بھی نہ بچتا۔

(بیان القرآن، ۴، ۸۸)

۲۔ امام ابو حیان اندلسی (۷۴۵ھ) نے اسی بات کو اجاگر کرتے ہوئے لکھا۔

وھوھنا علی حذف مضاف ای ما کان لاصحاب نبی اولاتباع نبی فحذفه اختصاراً.	اس مقام پر مضاف حذف ہے یعنی عبارت یوں ہے اصحاب نبی یا اتباع نبی کے شایان شان نہیں اختصار کے پیش نظر اس مضاف کو حذف کردیا گیا ہے۔

اس پر آیت مبارکہ سے قرینہ ذکر کرتے ہیں۔

ولذلک جاء الجمع فی قوله (تریدون عرض الدنیا) ولم یجئ لترکب ترید او یرید عرض الدنیا لانه ﷺ لم یأمر باستقباء الرجال وقت الحرب ولا اراد	اسی وجہ سے آگے تریدون جمع کا صیغہ ہے اگر آپ کی ذات اقدس مراد ہوتی تو صیغہ واحد "ترید" لایا جاتا چونکہ آپ ﷺ نے بوقت جنگ کسی کو کفار کے زندہ رکھنے کا نہ

عرض الدنیا قط.	حکم دیا اور نہ آپ نے دنیا کا ارادہ
(البحر المحیط ۴:۵۱۴)	فرمایا۔

یہ منصب رسالت کے مناسب نہیں

اس کے بعد فرماتے ہیں کچھ لوگوں نے کتب سیر میں بعض ایسی چیزیں بھی ذکر کیں جو منصب رسالت کے مناسب نہیں اگر چہ بعض مفسرین نے انہیں ذکر کیا مگر ہم انہیں ذکر نہیں کر رہے۔ ان کے الفاظ میں سنیئے۔

وقد طول المفسرون فی قصۃ ہولاء الاساری وذلک مذکور فی السیر وحذفناہ نحن لان فی بعضہ مالا یناسب ذکرہ بالنسبۃ الی مناصب الرسل (ایضاً، ۵۱۴)	مفسرین نے ان قیدیوں کے بارے میں طویل لکھا اور کتب سیرت میں بھی وہ موجود ہے لیکن ہم اسے حذف کر رہے ہیں کیونکہ اس میں بعض چیزیں ایسی ہیں جو رسلان کرام کے شایان شان ہی نہیں۔

۳۔ قاضی ابو محمد عبدالحق ابن عطیہ (۵۴۶) نے متعدد جگہ اس کا اظہار کیا۔

ھذہ الایۃ تتضمن عندی معاتبۃ من اللہ عزو جل لاصحاب نبیہ ﷺ وذلک استمر الخطاب بتریدون والنبی ﷺ لم یامر استبقاء الرجال وقت الحرب ولاارادقط.	میرے نزدیک یہ آیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے صحابہ پر عتاب پر مشتمل ہے اس وجہ سے خطاب "تریدون" صیغہ جمع کے ساتھ ہے اور آپ ﷺ نے بوقت جنگ نہ تو کفار کو زندہ رکھنے کا کہا اور نہ مال کا ارادہ فرمایا۔

آگے چل کر امام طبری اور دیگر سے وہ روایت لائے جس میں آپ ﷺ کو فدیہ اور قتل دونوں کا اختیار دیا پھر کہا۔

والذی اقول فی هذا ان العتب لاصحاب النبی صلی الله علیه وآله وسلم بقوله (ماکان لنبی) الی قوله (عظیم)	میں تو یہی کہوں گا کہ اس ارشاد الٰہی (ماکان لنبی) میں عتاب صحابہ پر ہے۔

(المحرر الوجیز، ۲:۵۵۱)

یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ سورہ محمد، جنگ بدر سے پہلے نازل ہو چکی تھی، اس میں رسول اللہ ﷺ کو ہدایات دی گئیں تھیں ان میں یہ بھی ہے۔

فاذا لقیتم الذین کفروا فضرب الرقاب حتی اذا اثخنتموهم فشدوا الوثاق فامّا منا بعد واما فداء حتی تضع الحرب اوزارها. (سورہ محمد، ۴)	تو جب کافروں سے تمہارا سامنا ہو تو گردنیں مارنا ہے۔ یہاں تک کہ جب انہیں خوب قتل کر لو تو مضبوط باندھو پھر اس کے بعد چاہے احسان کر کے چھوڑ دو چاہے فدیہ لے لو یہاں تک کہ لڑائی اپنا بوجھ رکھ دے۔

یعنی جب کفار گرفتار ہو جائیں تو تم فدیہ بھی لے سکتے ہو اور احساناً بھی چھوڑ سکتے ہو۔ پہلے انبیاء علیہم السلام کے لیے دو ہی صورتیں تھیں یا انہیں قتل کر دیا احساناً چھوڑ دو یعنی فدیہ کی اجازت نہ تھی گویا حضور ﷺ کے لیے فدیہ کی رخصت رکھی گئی اور یہ آپ کا خاصہ ہے اس بات کا تذکرہ زیر مطالعہ آیات میں کیا گیا، اس پر اہل علم کی تصریحات ملاحظہ ہوں۔

۱۔ حضرت قاضی عیاض مالکی (۵۴۴) اسے حضور ﷺ کی خطا کہنے والوں کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فلیس فیه الزام ذنب النبی صلی الله علیه وسلم بل فیه بیان خص به وفضل من بین سائر الانبیاء قال سبحانه ماکان لنبی غیرک کما قال النبی ﷺ احلت لی الغنائم ولم یحل لنبی قبل (الشفاء ۲: ۵۹)	اس آیت مبارکہ میں نبی کے ذنب کا الزام نہیں بلکہ اس میں آپ ﷺ کے خاصہ کا بیان اور آپ ﷺ کی سابقہ انبیاء پر فضیلت کا بیان ہے۔ اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ اے نبی یہ تمہارے علاوہ کسی نبی کے لیے جائز نہ تھا جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے غنائم میرے لیے حلال کیے گئے پہلے کسی کے لیے حلال نہ تھے۔

۲۔ امام صدر الشریعہ عبید اللہ بن مسعود حنفی (۷۴۷) نے باب الاجتہاد میں ان آیات مبارکہ پر گفتگو کرتے ہوئے کہا۔

اما قوله تعالیٰ "لولا کتاب من الله سبق لمسکم " فان الحجم فی الاساریٰ من قبل کان اما القتل اوالمن ورخص النبی علیه الصلاة والسلام بالفداء ایضاً فلولا الکتاب السابق بااباحة الفداء وهو الرخصة لمسکم	اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک (اگر اللہ نے پہلے فیصلہ نہ لکھا ہوتا تو تمہیں عذاب ہوتا) اس لیے ہوا کہ پہلے قیدیوں کے بارے میں یا تو قتل کا حکم تھا یا احساناً چھوڑنے کا، لیکن حضور ﷺ کو فدیہ کی اجازت بھی دی گئی تو اگر جواز فدیہ کا سابقہ

العذاب علی ترک العزیمة.
(التنقیح، ۲: ۲۵۲)

فیصلہ (اجازت و رخصت) نہ ہوتا تو تمہارے ترک عزیمت پہ تمہیں عذاب ہوتا۔

۳۔ امام ابن امیر الحاج (۸۷۹) رقمطراز ہیں یہاں کوئی ذنب، خطا اور عتاب نہیں۔

بل فیه بیان ماخص به وفضل من بین سائر الانبیاء فکانه قال ما کان هذا لنبی غیرک.
(التقریر والتحبیر، ۳: ۲۹۶)

بلکہ اس میں آپ ﷺ کے اس خاصہ اور فضیلت کا بیان ہے جو تمام انبیاء میں آپ کو حاصل ہے گویا فرمایا یہ عمل آپ کے علاوہ کسی نبی کے لیے جائز نہیں۔

۴۔ شیخ احمد بن قاسم عبادی (۹۹۴) نے اس آیت کے تحت خطا قرار دینے والوں کا رد کرتے ہوئے ان دونوں آیات مبارکہ کے حوالہ سے لکھا۔

فقد اشتملتا علی ماخص به صلی الله علیه وسلم و بیان عظیم فضله من بین سائر الانبیاء صلوات الله وسلامه علیهم والمعنی والله اعلم ماکان لنبی غیرک
(الایات البینات، ۴: ۳۴۵)

یہ دونوں آیات مقدسہ حضور ﷺ کے خاصہ اور آپ پر ایسے عظیم فضل پر مشتمل ہیں جو دیگر انبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہم میں سے کسی کو حاصل نہیں، معنی (واللہ اعلم) یہ ہوگا کہ آپ ﷺ کے علاوہ کسی نبی کے لیے یہ جائز نہ تھا۔



فصل سادس

امام رازی کی گفتگو

کون سی رائے زیادہ درست تھی؟

امام رازی کی گفتگو

امام فخر الدین رازی (۶۰۶) نے عصمۃ الانبیاء میں ان آیات کے تحت جو گفتگو کی ہے وہ نہایت ہی قابل مطالعہ ہے مخالفین (ذنب ماننے والوں) کی طرف سے تین اعتراضات اٹھائے گئے ہیں۔

۱۔ آیت بتا رہی کہ قیدی بنانا حرام تھا۔

۲۔ "تریدون" سے مذمت واضح ہے۔

۳۔ "لولا کتاب من اللہ" کے الفاظ سے عتاب وعذاب واضح ہے۔

اس کے جواب میں فرماتے ہیں۔

۱۔ غور کیجئے کیا قیدی بنانے کے بارے میں حضور ﷺ پر وحی آئی تھی یا وحی نہیں آئی تھی؟ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وحی آئی تھی ورنہ آپ اس میں صحابہ سے مشورہ نہ لیتے کیونکہ نص و وحی کے ہوتے ہوئے مشورہ کا کیا معنی؟ اور اگر وحی نہ آئی تھی تو پھر آپ ﷺ کے عمل کو ذنب کہنا ہرگز درست نہیں۔

۲۔ اگر یہ فیصلہ غلط وخطا ہوتا تو پھر قیدیوں کے قتل اور فدیہ کی واپسی کا حکم ہوتا اور ایسا نہیں ہوا بلکہ فرمایا۔

فکلوا مما غنمتم حلالا طیباً (انفال، ۶۹) تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ۔

جس سے واضح ہو رہا ہے کہ فیصلہ میں کوئی غلطی نہ تھی۔

۳۔ آپ ﷺ نے اس فیصلہ پر استغفار و ملامت کی بات بھی نہیں کی جس سے عدم ذنب واضح ہے۔

پھر ہم پہلے سے واضح کرتے چلے آ رہے ہیں کہ جس طرح عتاب ترک واجب پر ہوتا ہے اس طرح ترک اولیٰ پر بھی ہو سکتا ہے۔ اور اولیٰ اس وقت کفار کا قتل اور ترک فدیہ تھا تا کہ ہر قسم کے طمع کا قلع قمع ہو جاتا اور اگر اس مسئلہ کا تعلق ترک اولیٰ سے نہ ہوتا تو حضور ﷺ اسے صحابہ کے سپرد نہ کرتے۔

یہ تمام گفتگو (ماکان لنبی ان یکون له اسری) کا مفہوم صحیح سمجھنے کے لیے ہے۔

رہا معاملہ "تریدون" کا تو یہ خطاب ان لوگوں کو ہے جنہوں نے محض مال کی خاطر مشورہ دیا۔ اور "لولا کتاب من الله" کا مفہوم یہ ہے۔

لولا ماسبق من تحلیل الغنائم لعذبتکم بسبب اخذکم هذا الفدا.	اگر حلت غنائم کا فیصلہ پہلے کا نہ ہوتا تو تمہیں فدیہ لینے پر ضرور عذاب دیا جاتا۔

(عصمة الانبیاء ۱۳۲، ۳۳)

کونسی رائے زیادہ درست تھی؟

حافظ ابن حجر عسقلانی (۸۵۲) نے یہاں یہ سوال اٹھایا کہ اسلاف کا اس بارے میں اختلاف تھا کہ صحابہ کی دونوں آرا میں سے کونسی رائے زیادہ درست و صواب تھی، دلائل کے ساتھ انہوں نے یہی ثابت کیا کہ فدیہ والی رائے اصوب تھی آیئے ان کی گفتگو کا مطالعہ کیجیے۔

اختلف السلف فی ای الرائیین کان اصوب؟ — اسلاف میں اختلاف ہے کہ دونوں آرا میں سے زیادہ بہتر کون سی تھی؟

ا۔ ایک رائے یہ ہے کہ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی فدیہ والی رائے زیادہ بہتر تھی اس پر دلائل یہ ہیں۔

١. ماقدر الله فی نفس الامر — تقدیر الٰہی میں فیصلہ یہی تھا

٢. مما استقر علیه الامر — باقی اور دائمی حکم بھی یہی رہا

٣. لدخول کثیر منهم فی الاسلام — ان میں سے کثیر خود یا ان کی اولاد مسلمان ہو گئی

٤. لانه وافق غلبة الرحمة علی الغضب. — اور یہ رائے رحمت کے غضب پر غالب ہونے کے موافق بھی ہے۔

جیسا کہ حدیث قدسی سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے میرے بندوں کے لیے میری رحمت میری غضب پر غالب ہے۔

٢۔ دوسری رائے یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کی رائے زیادہ بہتر تھی کیونکہ ان کی رائے کے خلاف یہ عتاب ہوا لیکن حافظ صاحب لکھتے ہیں۔

لکن الجواب عنه انه لا یدفع حجة الرجحان عن الاول بل ورد (العتاب) للاشارة الی ذم من آثر شیأ من الدنیا علی الاخرة ولوقل. (فتح الباری) — لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے پہلے قول کی ترجیحی حجت کو رد نہیں کیا جا سکتا بلکہ (کیونکہ) نزول عتاب ان لوگوں کی مذمت ہے جنہوں نے دنیاوی شی کو آخرت پر ترجیح دی اگرچہ وہ قلیل ہیں

شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی (۱۴۲۲ھ) اس کی تشریح یوں کرتے ہیں۔

يعني ان العتاب الذي قد يفهم من الاية موجه لمن اراد بالفداء عرض الدنيا وهم بعض الناس الذين اشاروا عليه بالفداء حين استشار النبي صلى الله عليه وسلم عامة الناس قبل ان يستشير خاصتهم	یعنی جو عتاب آیت مبارکہ سے سمجھ آ رہا ہے وہ فدیہ بطور حصول دنیا کا ارادہ کرنے والوں کی طرف متوجہ ہے اور وہ کچھ ہی لوگ تھے جنہوں نے اس وقت مشورہ دیا تھا جب آپ نے عام لوگوں سے مشورہ لیا۔ قبل اس کے کہ آپ نے، خواص سے مشورہ کیا۔

دو روایات، واقعہ کی تفصیل میں گزری ہیں ان پر نظر ڈالو تو واضح ہو جائے گا پہلے مشورہ عام لوگوں سے ہوا تھا اور پھر خاص کبار تین صحابہ سے ہوا تو خطاب پہلوں میں سے بعض کو ہے نہ تو حضور ﷺ پر عتاب ہے اور نہ کبار صحابہ پر۔

شیخ ابن قیم نے بھی متعدد دلائل کی بناء پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ہی اصوب قرار دیا ہے۔

وقد تكلم الناس ، في أي الرأيين كان أصوب، فرجحت طائفة قول عمر لهذا الحديث، ورجحت طائفة قول أبي بكر، لاستقرار الأمر عليه، وموافقة الكتاب الذي سبق من الله با حلال ذلك لهم ، ولموافقة الرحمة التي غلبت الغضب،	اہل علم نے اس پر گفتگو کی ہے کہ ان دونوں آرا میں اصوب کونسی ہے؟ ایک گروہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کو مذکورہ حدیث کی بناء پر ترجیح دی، جبکہ دوسرے گروہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو اصوب کہا اس پر دلائل یہ ہیں۔

ولتشبيه النبی ﷺ له فی ذلک با براهيم وعيسى ، وتشبيهه لعمر بنوح و موسى ولحصول الخير العظيم الذی حصل باسلام اكثر أولئک الاسرى، ولخروج من خرج من أصلابهم من المسلمين ، ولحصول القوة التی حصلت للمسلمين بالفداء ، ولموافقة رسول الله ﷺ لأبی بكر أولاً، ولموافقة الله له آخراً حيث استقرالأمر علی رأيه، ولكمال نظر الصديق، فانه رأی مايستقر عليه حكم الله آخراء، وغلب جانب الرحمة علی جانب العقوبة.

قالوا: وأما بكاء النبی ﷺ فانما كان رحمة لنزول العذاب لمن أراد بذلک عرض الدنيا، ولم يرد ذلک رسول الله ﷺ ولا

۱۔ اسی پر دائمی حکم قائم رہا۔

۲۔ کتاب اللہ نے اس کی موافقت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ازل میں غنائم کو حلال فرمایا ہے۔

۳۔ یہ رائے رحمت الٰہی کے موافق ہے جو غضب پر غالب ہے۔

۴۔ حضور ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو حضرت ابراہیم وحضرت عیسیٰ علیہما السلام جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو حضرت نوح اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تشبیہ دی۔ ۵۔ اس رائے میں یہ عظیم خیر تھی کہ اکثر قیدی مسلمان ہو گئے۔

۶۔ ان کی پشتوں سے مسلمان پیدا ہوئے۔

۷۔ فدیہ کی وجہ سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی۔

۸۔ اولاً رسول اللہ ﷺ نے انہی کی رائے کو پسند فرمایا۔

فصل سابع

امام ابوبکر باقلانی کی تفصیلی گفتگو

أبو بكر ، وان أراده بعض الصحابة ، فالفتنة كانت تعم ولا تصيب من اراد ذلک خاصة ، كما هزم العسكر يوم حنسين بقول أحدكم : (لن نغلب اليوم من قلة) وبا عجاب كثر تهم لمن أعجبه منهم ، فهزم الجيش بذلک فتنة ومحنة ، ثم استقر الا مر على النصر والظفر والله أعلم.

(زاد المعاد. ۳ا۰ا)

۹۔ آخر اللہ تعالیٰ نے بھی انہی کی تصدیق فرمائی کیونکہ حکم الٰہی اسی پر جاری رہا۔

۱۰۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اس قدر کامل رائے تھی کہ حکم الٰہی آخر اسی پر جاری ہوا۔

۱۱۔ اس میں جانب رحمت، جانب عقوبت پر غالب ہے رہا حضور علیہ السلام کا رونا تو بطور رحمت ان لوگوں پر تھا جنہوں نے مال دنیا کا ارادہ کیا اور یہ ارادہ نہ رسول اللہ علیہ السلام کا تھا اور نہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کا ہاں بعض صحابہ کا ارادہ تھا، اصول یہ ہے کہ عذاب عمومی ہوتا ہے فقط ارادہ والوں کے ساتھ خاص نہیں جیسا کہ یوم حنین میں ایک نے کہا آج ہم ہی غالب ہیں تو اس کی وجہ سے پورے لشکر کو ہزیمت اٹھانا پڑی تو یہ بطور سزا تھا جبکہ پھر اس پر فتح و نصرت کا معاملہ ہو گیا



امام ابوبکر باقلانی کی تفصیلی گفتگو

آخر میں ہم امام قاضی ابوبکر باقلانی (۴۰۳) کی تفصیلی گفتگو نقل کر رہے ہیں جو انہوں نے مخالفین قرآن کے ان آیات قرآنیہ کے حوالہ سے قرآن پر اعتراضات کے جواب میں کی ہے۔

منکرین کے اعتراضات

ان آیات قرانیہ میں درج ذیل اباطیل اور محالات ہیں

۱۔ ان میں فدیہ لینے کی وجہ سے آپ ﷺ پر ملامت و عتاب ہے حالانکہ تم کہتے ہو نبی احکام شریعت و اخبار الٰہی کی ادائیگی میں منتخب اور معصوم ہوتے ہیں لیکن ارشاد ربانی تمہاری تائید نہیں کرتا۔

۲۔ ان میں حضور ﷺ اور صحابہ پر سخت عتاب ہے کیونکہ الفاظ ہیں۔

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ — تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو۔ اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

یہ اس پر تصریح ہیں کہ حضور ﷺ اور آپ کے متبعین نے معصیت الٰہی کا ارتکاب کیا اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم و منشا کی مخالفت کرتے ہوئے ثواب آخرت پر دنیوی مال کو ترجیح دی۔

۳۔ لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم

میں تو اخذِ فدیہ کو گناہ کا ارتکاب، اسے معصیت کبیر اور جرم قبیح قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ پھر اس کے بعد الفاظ ہیں "فکلوا مماغنتم حلالا طیباً" وہ اسے کیسے حلال طیب سمجھ کر کھالیں۔ حالانکہ انہوں نے حکم الہی کی مخالفت کر کے حاصل کیا اور نصرت دین سے ادنیٰ دنیا کی خاطر اعراض کیا تو حلال قرار دے کر اسے استعمال کرنے کی اطلاح وحکم اور اسے آخرت سے اعراض کرتے ہوئے بطور دنیا، حصول کی خبر و اطلاع میں، سراسر تضاد ہے۔

ان تمام تناقضات اور تضادات کے ہوتے ہوئے ہم قرآن کو کلام الہی کیسے مان لیں؟

جواب

تمہاری کوئی بات بھی درست نہیں کیونکہ ارشاد الہی

ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض

کے الفاظ میں (واللہ اعلم) فدیہ لینے کو آپ ﷺ کی خطا قرار دیتے ہوئے اس پر عتاب و ملامت ہرگز نہیں کیونکہ فدیہ، قتل اور احسان کے بارے میں مفسرین کی مختلف آرا ہیں۔

ا۔ بعض کی تحقیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قتل، احسان اور فدیہ کا اختیار دے دیا تھا،

اس قول پر اجازت کے باوجود آپ ﷺ کے وصولی فدیہ کو ناجائز کہنا ہی غلط ہے۔

۲۔ بعض کہتے ہیں اس اختیار پر نص تو نہیں تھی لیکن آپ ﷺ نے اجتہاد سے کام لیا اور اس کی تقویت میں حضرت ابوبکر اور دیگر لوگوں کا مشورہ بھی تھا کہ احسان اور فدیہ کو اختیار کیا جائے۔

دو گروہ

دوسری رائے رکھنے والوں کے دو گروہ ہیں۔

۱۔ بعض کی رائے یہ ہے حضور ﷺ کے اجتہاد میں خطا ممکن ہی نہیں۔ تو جب آپ ﷺ نے اجتہاد کیا تو اب آپ اپنے اجتہاد پر عمل کیوں نہ کرتے جو کہ فرض ہے، جب آپ ﷺ نے اس پر عمل کیا تو یہ فعل قطعاً صواب و درست ہی ٹھہرے گا۔

۲۔ دوسرے کہتے ہیں آپ ﷺ کے اجتہاد میں امکانِ خطا ہے۔ لیکن اس اجتہادی خطا پر اثم و گناہ ہرگز نہیں اور اجتہادی نتیجہ پر عمل و فیصلہ لازم ہے۔

یہ دوسری رائے رکھنے والے یہ نہیں کہہ سکتے کہ آپ ﷺ کے لیے وصولی فدیہ جائز نہ تھی۔ کیونکہ وہ خود کہہ رہے ہیں کہ نتیجہ اجتہاد پر عمل فرض و لازم تھا۔ اگر وہ ایسا کہیں گے تو ان کی گفتگو میں بلاشبہ تضاد ہو گا۔

عتاب ہرگز نہیں

تو اب اشکار ہو گیا کہ ان آیات مبارکہ میں حضور ﷺ پر ہرگز عتاب نہیں خواہ نص کے ذریعے قتل و فدیہ میں اختیار دے دیا گیا تھا یا آپ ﷺ نے

اجتہادی طور پر فدیہ لیا اس ساری صورت حال سے اشکار ہو گیا کہ ان منکرین کے گمان کردہ مفہوم کا ان آیات سے کوئی بھی تعلق نہیں۔

مفسرین کا رد

اس کے بعد امام باقلانی نے ان مفسرین، فقہا اور متکلمین کی تردید کی ہے جنہوں نے ان آیات میں حضور ﷺ پر عتاب کی بات کی ہے انہی کے الفاظ سنئے۔

وقد زعم قوم من ضعفة المفسرين ومن الفقهاء والمتكلمين ان النبی صلی الله علیه وآله وسلم انما عوتب لانه خذ الفداء من غیر تقدم من الله عزوجل الیه فی ذالک ولا اذن له فیه، لامن جهة نص له علی التخییر فی ذلک، ولا من جهة الا جتهاد المؤدی الی أن الواجب فی الحکم اخذه، واذا کان ذلک انظر للامة وابصر للدین، وهذا القول خطأ من قائله، لأنه غایة الطعن علی الرسول والقدح فی عدالته، لانهٔ اذا فعل من اذلک

کچھ ضعیف مفسرین ، فقہاء اور متکلمین نے گمان کیا حضور ﷺ پر اس لیے عتاب ہوا کہ آپ ﷺ نے فدیہ لیا حالانکہ اللہ تعالیٰ کی طرف پہلے اجازت واذن نہ تھا۔ نہ نص کے ذریعے اختیار کی صورت میں اور نہ ایسے اجتہاد کے ذریعے جو وصولی فدیہ کو لازم کرے تو اگر اجازت ہوتی تو پھر یہ امت کے لیے مفید اور دین کے غلبہ کا ذریعہ تھا۔ لیکن یہ قول سراسر غلط ہے کیونکہ یہ تو رسول اللہ پر انتہائی طعن اور آپ کی عدالت پر اعتراض ہے اس لیے کہ جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ سے

مالم يأذن الله له فيه من جهة نص او اجتهاد، فقد عصى الله بذلک، وتقدم بين يديه وافتات في دين الله وحكم فيه بهواه وذلک نقيض وصفه عز و جل في قوله (وما ينطق عن الهوىٰ، ان هو الا وحي يوحي) النجم، ٣، ٤) وان جاز ذلک عليه لم نأمنه في جميع ما أداه ووضعه من الشرع.	اجازت حاصل نہ تھی نہ بصورت نص اور نہ بصورت اجتہاد تو پھر آپ نے فدیہ وصول کر کے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ اللہ تعالیٰ سے آگے بڑھے اور خواہش کے تابع فیصلہ کیا حالانکہ فرمان الٰہی ہے، یہ خواہش سے بولتے ہی نہیں ان کا بولنا تو سراپا وحی ہے اگر ہم اس بات کو جائز مان لیں تو تمام احکام شریعت کی ادائیگی و ابلاغ کے حوالے سے آپ ﷺ سے اعتماد اٹھ جائے گا۔

مسلمان کو خاطی کہنا

اسلام میں تو اس بات کی اجازت نہیں کہ کسی ادنیٰ مسلمان کے قول و فعل کو قطعی طور پر خطا قرار دیا جائے بلکہ اس میں اگر تاویل ہو سکتی ہو تو ایسی تاویل لازم ہے جو اسے خطا و عصیان سے بری کر دے۔ جب ایک مسلمان کے حوالہ سے یہ حکم ہے تو

فضلاً عن الرسول عليه السلام	چہ جائیکہ معاملہ رسول اللہ ﷺ کا ہو
ونحن نجد للاية من التاويل ما	اور جب کہ آیت مبارکہ کا ہم نے ایسا

یوجب نفی ما قالوہ عن الرسول علیہ السلام. — معنی کر دیا جس سے اس تمام کی نفی ہو جاتی ہے جو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں کہا گیا۔

بہر حال ہمیں یہ ماننا لازم وضروری ہے کہ قیدیوں کے بارے میں حکم ہے خواہ شرعی ہو یا عقلی، اگر ملت اسلامیہ میں حکم شرعی ہے تو بالاتفاق آپ ﷺ پر وہ مخفی نہیں ہو سکتا اور اگر شرعی حکم نہ تھا تو پھر ان میں اور ان کے اموال کے ساتھ حکم عقلی کے مطابق فیصلہ مناسب تھا لہٰذا اب اس میں غور ضروری ہے کہ عقلی طور پر ان کے اموال ونفوس مباح تھے یا ممنوع، کیونکہ یہ نہیں ہو سکتا مطلقاً نہ وہ مباح ہوں اور نہ ممنوع اور حضور ﷺ کا اس معاملہ میں تمام لوگوں سے بڑھ کر آگاہ ہونا ضروری ہے اگر عقلاً اباحت ہے ممانعت نہیں۔ یا ان میں اباحت وممانعت دونوں نہ تھی تو ان سے مال لینا کوئی جرم نہیں کیونکہ عقلی اجتہادی فیصلہ پر عمل لازم ہوتا ہے بشرطیکہ نقلی دلیل اس کے مخالف نہ ہو تو ایسے فیصلہ پہ کوئی طعن وعیب نہیں اور اگر یہ عقلاً ممنوع تھا اور شریعت میں بھی اس کے جواز اور عدم کے بارے میں کوئی حکم نہ تھا تو پھر آپ ﷺ حکم الٰہی کے مخالف کریں گے جو کہ آپ ﷺ کے بارے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا، جب معاملہ یوں ہے تو پھر یہ قول و وہم غلط قرار پائے گا کہ یہاں نہ نص تھی اور نہ ہی اجتہاد (حالانکہ یہاں اجتہاد تھا)

ان کا عذر

انہوں نے بطور عذر کہا کہ حضور ﷺ نے جو فدیہ لیا اللہ تعالیٰ کے ہاں یہ فیصلہ صواب، امت کے لیے مفید اور دین کے لیے، اقویٰ و اصلح ہے، باقی عتاب اس لیے ہوا کہ فعل اگر چہ اصلح و اولیٰ ہے مگر حکم الٰہی کے بغیر تھا تو یہ قبل از

حکم فعل پر ملامت و عتاب ہے اگر حکم نازل ہوتا تو بعینہ یہی ہوتا۔ اس پر انہوں نے تائیداً یہ کہا کہ بہت سے سربراہ اپنے ماتحت لوگوں کو بلا اجازت اصلح و اصوب کام پر بھی ملامت کرتے ہیں اگرچہ اجازت دیتے تو یہی فیصلہ کرتے مگر اجازت نہ ہونے کی وجہ سے ناراض ہوتے ہیں۔

لیکن یہ عذر

لیکن یہ عذر ورائے قابل قبول نہیں اور نہ اس سے ان کی خلاصی ہوتی ہے جب حضور ﷺ نے ایسا فیصلہ فرمایا جو دین و مسلمانوں کے لیے نہایت ہی مفید تھا اس لیے کہ جب اس کا حکم نہ تھا تو پھر ممنوع ہوگا اور اس کی ممانعت عقلی یا شرعی ہوگی یا ممنوع نہ تھا، اگر ممنوع تھا تو آپ ﷺ نے نہی کی مخالفت کی اور صواب ترک کر کے خطا کا ارتکاب کیا، یہ آپ ﷺ کی امانت و دیانت پر طعن و نقص ہے اللہ تعالیٰ ایسے قول سے محفوظ رکھے، اور اگر یہ ممنوع نہ تھا اور یہ فعل عقلاً و شرعاً حرام ہی نہ تھا۔ تو اب کوئی عیب و نقص نہیں۔

ارشاد الٰہی "ما کان لنبی ان یکون له اسریٰ" کو بھی اس پر محمول نہیں کیا جا سکتا یہ ایسی چیز ہے جس سے ان لوگوں کے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔

بعض کی رائے

کچھ لوگوں نے ان آیات سے مطلقاً ابطال اجتہاد پر بھی استدلال کیا ہے، کچھ نے اس سے اجتہاد نبوی ﷺ کے ابطال پہ استدلال کرتے ہوئے کہا کہ آپ کو اجتہاد کی اجازت نہ تھی۔ لیکن یہ استدلال خود ان کے قول سے باطل ہے کیونکہ وہ یہ بتائیں حضور ﷺ نے اس موقعہ پر اجتہاد فرمایا یا نہیں؟ اگر اجتہاد

نہیں کیا تو نہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے اجتہاد کو باطل قرار دیا۔ نہ اس پر ملامت فرمائی اور نہ خطا ہوئی، اور اگر آپ ﷺ نے اجتہاد کیا اور اس کے مطابق فیصلہ دیا تو تم نے خود تسلیم کر لیا کہ آپ ﷺ کو اجتہاد کی اجازت تھی۔

تو اگر یہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کو اجتہاد کا حکم تھا تو انہوں نے خود اپنا قول (عدم اجتہاد) باطل قرار دیدیا اور اگر کہیں اجتہاد سے ممانعت تھی اور آپ نے ممنوع کام کیا تو یہی آپ ﷺ کی ذات اقدس پر طعن، آپ کی امانت اور دیانت وعدالت پر قدح وجرح ہے لہٰذا ان کا یہ قول سراسر باطل وغلط ہے۔

اگر بالفرض یہ صحیح ہو کہ آپ ﷺ پر اجتہادی حکم کی ممانعت تھی تو یہ اس پر دلیل نہیں بن سکتا کہ امت کے لیے بھی اجتہاد پر پابندی اور ممانعت ہے کیونکہ اکثر قیاسی یہی قول کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کو اجتہاد کی اجازت نہ تھی اگر چہ متعدد حکمتوں کے تحت امت پر اجتہاد لازم وفرض ہے اس پر مزید کامل گفتگو ہم نے اصول الفقہ میں کر دی ہے۔

جب معاملہ یہ ہے

جب معاملہ یہ ہے تو ان آیات سے نہ تو حضور ﷺ کے اجتہاد کے بطلان پر اور نہ ہی مطلقاً اجتہاد کے بطلان پر استدلال کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے تعلق جوڑنا باطل ہے۔ اگر نعوذ باللہ، ثابت ہو جائے کہ آپ ﷺ سے اس موقعہ پر اجتہادی فیصلہ میں خطا ہوئی تو اس سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ آپ ﷺ پر اصلاً ہی اجتہاد کی پابندی ہے، ابطال قیاس پر ایسا استدلال بالکل ہی بعید از قیاس ہے۔

اب ہم ان آیات مبارکہ کا ایسا معنیٰ کریں گے جس سے رسول اللہ ﷺ پر خطاء، عصیان اور عیب کی اعلانیہ نفی ہو جائے گی۔

معنی کیا ہے؟

اگر ملحدین اور کچھ ضعیف مسلمان ہم سے سوال کریں کہ وہ معنی ومفہوم کونسا ہے؟ آیئے ہم بیان کیے دیتے ہیں ارشادِ ربانی ہے۔

ما کان لنبی ان یکون له اسری حتی یثخن فی الارض	کسی نبی کو لائق نہیں کہ کافروں کو زندہ قید کرے جب تک زمین میں ان کا خون خوب نہ بہائے۔

پہلا معنی

اس میں (واللہ اعلم) یہ بتایا جا رہا ہے۔

لم یکن ذلک لنبی من قبلک وانما خصصناک انت بذلک تخفیفاً عن الامة التی بعثت الیها وتکرمة لذلک بتمییز قومک واھل عصرک بتحلیل العفو عنھم واخذ الفداء منھم فکأنه قال ماکان لنبی غیرک فحذف ذکر الغیر وما یقوم مقامه لکونه مما یفھم ویعلم من حال الرسول ﷺ.	یہ آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی کے لیے اجازت نہ تھی ہم نے آپ کے لیے خصوصی اجازت دی تا کہ آپ کی امت کی تکریم اور ان پر تخفیف ہو اور احسان وفدیہ کے قانون سے انہیں دیگر سے امتیاز حاصل ہو گویا فرمایا تمہارے علاوہ کسی دوسرے نبی کے لیے جائز نہیں تو لفظ غیر (دوسرے) کو حذف کر دیا کیونکہ شان و حال رسول ﷺ سے یہ تمام از خود اشکار ہو رہا تھا۔

دوسرا مفہوم

ان آیات کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ کسی نبی کے لیے فدیہ جائز نہیں بشرطیکہ قتل کفار، غلبہ دین میں احوط اور مسلمانوں کے لیے اصلح اور مفید ہو۔ یعنی یہ نہیں فرمایا کہ ہر حال میں یہ عمل کسی نبی کے لیے بھی جائز نہیں بلکہ اسے مشروط کر دیا ہے۔ کہ جب قتل ہی احوط و اصلح ہو تو پھر جائز نہیں، ہر نبی کی بعثت ملت کے لیے شریعت کی صورت میں احوط نظام کی خاطر ہی ہوتی ہے۔ گویا فرمایا جب قتل زیادہ نافع ہو تو ایسی صورت میں نبی کے لیے قیدی بنانا اور فدیہ لینا مناسب نہیں لیکن اس موجودہ صورت حال میں۔

وما فعلتَ من ذلک الا الاحفظ الا صلح فی باب الدین وھو الیق بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم وغیرہ من النبیین.

آپ ﷺ نے جو فیصلہ کیا یہ دین کے معاملہ میں نہایت ہی مفید اور اصلح ہے آپ ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے یہی شایان شان ہے۔

معنیٰ پر تائید

ان معانی کی صحت پر تائید یوں بھی ہے کہ فدیہ سے مسلمانوں کو قوت حاصل ہوئی، قیدیوں پر احسان ہوا، ان کی نسل سے بہت سے لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد، دین اور مسلمانوں کی معاون بنیں۔ اور کثیر امت کے نزدیک یہ جائز نہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے قتل کا حکم دے جو باقی رہنے کی صورت میں ایمان و اسلام لائیں، ان کی نسل سے ازکیاء طاہرین پیدا ہوں اور وہ دین و اہل ایمان کے معاون بن جائیں۔

مخالفین کا ناطقہ

اس دلیل سے مخالفین کی راہ بند ہو جاتی ہے۔ اور وہ پریشان ہو کر غلط سلط کہتے پھرتے ہیں کہ اصل تو یہی تھا کہ فدیہ والوں کو قتل نہ کیا جاتا لیکن آپ ﷺ کے لیے ضروری تھا کہ اس اصلح واصوب پر عمل بھی اذن الٰہی کے بعد کرتے تا کہ آپ کے لیے یہ عمل مشروع و مامور ہو جاتا تو یہاں آپ کے لیے اصلح یہی تھا کہ فدیہ نہ لیتے اور اس سے حکم ربی آنے تک رکے رہتے، اس سے مخالفین نے یہ تو مان لیا کہ آپ ﷺ کا فعل، عند اللہ اصلح و اصوب تھا لیکن یہ حکم کے بغیر کیا جو تقدم ہے۔ اور آپ یہ نہ جانتے تھے کہ عند اللہ اصلح کیا ہے۔

تو اگر عقل یا شرع نے فدیہ لینے سے منع کیا تھا کہ تم اجازت کے بغیر فدیہ نہیں لے سکتے۔ اور آپ نے بے حکم لے لیا تو عصیان و خطا پائی گئی العیاذ باللہ حالانکہ اس سے آپ پاک ہیں، اور اگر منع نہ تھا تو پھر تمہارا یہ کہنا کیا معنی رکھتا ہے کہ آپ کو اجازت سے پہلے یہ عمل نہیں کرنا چاہیے تھا، اب ان سے کہا جا سکتا ہے کہ فدیہ لینے کی آپ پر پابندی ہی نہ تھی۔ اگر یہ دین کے لیے نقصان دہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس فعل کو ممنوع قرار دے دیتا اور اسے منع قرار دیتے ہوئے آپ پر وحی نازل فرماتا۔ یہ ان کا جواب ہے جو کہتے ہیں اصلح تو یہی تھا مگر اجازت نہ تھی۔

اشکال کا جواب

اگر وہ اعتراض اٹھائیں اب

تریدون عرض الدنیا واللہ یرید الاخرۃ.	تم لوگ دنیا کا مال چاہتے ہو اور اللہ آخرت چاہتا ہے۔

کا معنی کیا ہوگا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اس سے (واللہ اعلم) مراد وہ لوگ ہونگے جنہوں نے محض دنیا کی خاطر ایسا کیا ان کا مقصود نصرت دین اور اہل ایمان کا فائدہ نہ تھا۔

کیا یہ بات رسول اللہ ﷺ، سیدنا ابوبکر اور کبار صحابہ میں پائی جا سکتی ہے جنہوں نے فرمایا تھا یہ فدیہ دین کے لیے قوت بنے گا اور ممکن ہے یہ قیدی ایمان لائیں اور مسلمانوں میں کثرت ہو جائے، معاذ اللہ ان کا ارادہ ہرگز دنیا نہ تھا۔

اعتراض

اللہ تعالٰی کے اس ارشاد گرامی

لولا کتب من الله سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم. (الانفال: ٦٨)	اگر اللہ پہلے ایک بات لکھ نہ چکا تھا۔ تو اے مسلمانوں تم نے جو کافروں سے بدلے کا مال لیا ہے اس میں تم پر بڑا عذاب آتا۔

کا اب مفہوم کیا ہوگا؟

جواب: اس کا مفہوم یہ ہے۔

انه لولا سبق حکمی وامری باطلاق اخذ الفداء لکم وتحلیل اکل غنائم المشرکین من محاربتکم واننی فرقت فی ذلک بینکم وبین من عدا کم من الامم السالفة، لنا لکم ومسکم فیما اخذتم عذاب عظیم.	اگر بوقت جواز فدیہ اور حلت غنائم مشرکین کے بارے میں میرا یہ حکم اور امر نہ ہوتا اور اگر ہم تمہارے اور تم سے پہلوں کے درمیان امتیاز نہ رکھا ہوتا تو اس عمل فدیہ پر عذاب عظیم نازل ہو جاتا۔

کیونکہ اہل سیر اور مفسرین نے نقل کیا ہے حضور ﷺ سے اور آپ کی امت سے پہلے کسی نبی کی امت کے لیے غنائم حلال نہ تھے، وہ غنائم حاصل کر کے جمع کرتے اور وہ مشرکین کو نہ واپس کر سکتے تھے اور نہ خود اس سے نفع پا سکتے بلکہ اسے آگ سے جلا دیتے، اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ تنگی ختم کر دی اور اسے فضیلت دیتے ہوئے غنائم کا حصول جائز اور ان سے نفع مثلاً کھانا وغیرہ حلال کر دیا ارشاد الٰہی "لولا کتاب من اللہ سبق لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم" کا یہی مفہوم ہے کہ ازل میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ یہی تھا کہ غنائم اس امت کے لیے حلال ہونگے۔

اس پر قرینہ

ہمارے بیان کردہ مفہوم کی صحت پر یہ ارشاد ربانی قرینہ ہے۔

فکلوا مما غنتم حلالا طیبا۔ تو کھاؤ جو غنیمت تمہیں ملی حلال پاکیزہ (الانفال : ۶۹)

یعنی ہم نے تم پر یہ غنائم حلال کر دیے جبکہ باقی امتوں پر ہم نے انہیں حرام کر رکھا تھا تو سابقہ فیصلۂ تحلیل کی وجہ سے فدیہ پر تم عذاب سے محفوظ رہے پھر اس کے بعد اس کی حلت و جواز اور اس امت اور سابقہ امتوں میں فرق کو ان الفاظ سے مؤکد فرمایا" فکلوا مما غنمتم حلالاً طیبا "یعنی تم ان غنائم کو استعمال میں لانے اور گناہ میں ان سابقہ لوگوں کی طرح نہیں ہو جن پر ہم نے یہ حرام کیے ہوئے تھے۔

جب معنی و مفہوم آیات یہ ہے تو قرآن پر مذکور اعتراض ہرگز وارد نہیں ہو سکتا۔

مخالفین کا اشکال

اگر ملحدین منکرین حدیث اور دیگر اہل بدعت ضعیف مسلمان اور سلف پر طعن کرنے والے یہ سوال اٹھائیں کہ پھر حضورﷺ کے اس ارشاد عالی کا مفہوم کیا ہوگا؟

لو نزل عذاب من السماء ما نجا منا الا عمر ابن الخطاب؟ — اگر آسمانی عذاب آتا تو عمر ابن خطاب کے علاوہ کوئی نجات نہ پاتا۔

جواب: یہاں الفاظ "عمر ہی نجات پاتے" سے مراد وہ تمام لوگ ہیں جو حضور ﷺ کے ساتھ مخلص، نصرت دین اور مسلمانوں کا درد رکھتے ہیں لیکن آپ ﷺ نے ان کا نام اس وجہ سے لیا کہ وہ اس رائے میں آگے تھے اور انہوں نے ہی یہ کہا تھا، یا رسول اللہ ﷺ ہر آدمی کے حوالے اس کا ہی رشتہ دار کافر کر دیا جائے تا کہ وہ اس کی گردن اڑا دے، یا رسول اللہ ایسا ہی کرو تا کہ کفر کی جڑ کٹ جائے ان لوگوں نے ہمیں مکہ سے نکالا اور یہ یہ کیا چونکہ اظہار قول اور اس معاملہ میں بہت زیادہ زور دینے میں یہ دوسروں سے آگے تھے۔

نسب اهل رأيه من الامة اليه — تو امت کے اہل رائے کا نام عمر رکھ دیا گیا۔

اور فرمایا اگر آسمانی عذاب آتا تو امت کے وہ لوگ نجات پاتے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح خیر خواہی کرتے ہوئے قتل اور استیصال کفر کا مشورہ دے رہے تھے اور ایسے ہی وہ لوگ جنہوں نے احسان اور فدیہ کا مشورہ دیا اور یہ امت کے لیے اصلح اور بہت ہی مفید بھی تھا۔ اور یہ بھی واضح ہے کہ اس معاملہ میں صحابہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکلف نہ تھے ہاں وہ اس موقعہ پر اس

کے مکلف کے تھے کہ اپنے اپنے اجتہاد کی بناء پر زیادہ مفید کے بارے میں مشورہ دیں خواہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ مفید ہو یا نہ ہو۔ جن کے اجتہاد میں احسان اور فدیہ آیا ان پر قتل کی رائے دینا حرام تھا، اس طرح جن کے اجتہاد میں قتل تھا ان پر فدیہ اور احسان کی رائے دینا حرام کیونکہ ہر ایک مشورہ دینے والے اور اہل رائے کے ہاں فرض دوسرے کے فرض کے مخالف تھا کیونکہ ان کی آراء و وجوہ صواب مختلف تھیں اور اگر وہ کسی ایک رائے پر متفق ہوتے تو پھر فرض ہی واحد ہوتا جیسے قبلہ کا مشاہدہ کرنے والے اور کسی جہت کے بارے میں قبلہ غالب رائے کے مطابق ہی ہوگا اور اگر جہت قبلہ میں اختلاف رائے ہو تو پھر ہر ایک کے فرض میں اختلاف ہونا لازمی ہے، جب صورت حال یہ ہے تو اگر اس فرمان سے (اگر یہ ثابت ہو) آپ ﷺ نے حضرت عمر کے علاوہ بشمول اپنے، تمام امت مراد نہیں لی تو یہ صواب سے نہایت ہی بعید ہے البتہ آپ ﷺ کی مراد حضرت عمر اور دیگر مخلص صحابہ ہیں جو ناجی قرار پائے۔

نزول عذاب کا مفہوم

سوال: ان لوگوں پر نزول عذاب کا کیا مفہوم؟ جنہوں نے اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق اپنے فریضہ کی ادائیگی کی اور دین میں بہتر بھی یہی طریقہ ہے تو یہ تمام اپنی رائے، مشورہ اور ادائیگی فرض میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مثل قرار پائیں گے۔

جواب: حضور ﷺ کی مراد ان صحابہ میں سے کوئی بھی نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کی حالت دین اور مسلمانوں کے لیے احتیاط کے حوالہ سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے ہی ہے کیونکہ یہ تمام کے تمام حق و صواب

میں ایک درجہ پر ہیں۔

ولکنه علم علیه السلام ان فیهم منافقین قصدهم بما یذکرونه من الرأی اضعاف الدین وتوهین المسلمین.	لیکن حضور ﷺ جانتے تھے کہ ان میں کچھ منافقین ہیں جن کی رائے کا مقصد دین کا ضعف اور مسلمانوں کو کمزور کرنا ہے۔

پھر ان میں ایسا طبقہ بھی تھا جو ثواب آخرت پر جمع مال اور عرض دنیا کی طرف مائل تھا اس سے وہ کافر تو نہیں گنہگار ٹھہرے اور یہ دین میں ثواب الٰہی کی تحصیل میں زیادہ قوی اور مضبوط ثابت نہ ہوئے۔ چونکہ حضور ﷺ ان تمام معاملات سے آگاہ تھے تو آپ ﷺ کا حضرت عمر اور ان کے موافقین و ساتھیوں کے بارے میں ایسا کہنا نہایت ہی مناسب تھا تا کہ دین کی خیر خواہی میں کمی اور فانی، حقیر اور ادنیٰ دنیا کے حصول والوں پر خوب تنبیہ و تحذیر ہو جائے یہ تمام گفتگو ان ملحدین کے ان آیات سے غلط استنباط کے ابطال پر واضح اور شاہد و کامل ہے۔(وبا للہ التائید)

(الانتصار للقرآن،۲:۷۵۶تا۷۶۶)



ماخذ و مراجع

شمار	کتاب	مصنف	وصال
۱	قرآن		
۲	تفسیر القرآن العظیم	حافظ ابن کثیر	۷۷۴
۳	احکام القرآن	قاضی ابوبکر بن العربی مالکی	۵۴۳
۴	الطبقات الکبریٰ	امام محمد بن سعد	۲۳۰
۵	المواہب اللدنیہ	امام احمد قسطلانی	۹۲۳
۶	معارف القرآن	مفتی محمد شفیع دیوبندی	۱۳۹۶
۷	الجامع لاحکام القرآن	امام احمد بن محمد قرطبی	۶۶۸
۸	الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ	قاضی عیاض مالکی	۵۴۴
۹	ازالۃ الریب	مولانا محمد سرفراز صفدر	
۱۰	نسیم الریاض	امام احمد خفاجی	۱۰۶۹
۱۱	نظم الدرر	برہان الدین ابراہیم بن عمر بقاعی	۸۸۵
۱۲	لطائف الاشارات	امام ابوقاسم قشیری	۴۶۵
۱۳	عصمۃ الانبیاء	امام فخرالدین رازی	۶۰۶
۱۴	التفسیر المنیر	ڈاکٹر وہبہ زحیلی	
۱۵	حاشیہ قرآن	حافظ صلاح الدین یوسف	

شمار	کتاب	مصنف	وصال
۱۶	زرقانی علی المواہب	امام زرقانی	۱۱۲۲
۱۷	تقویم الادلہ فی اصول الفقہ	امام عبیداللہ بن عمر حنفی	۴۷۰
۱۸	التقریر والتحبیر	امام ابن امیر الحاج	۸۷۹
۱۹	شرح الشفاء	ملا علی قاری	۱۰۱۴
۲۰	تبیان القرآن	علامہ غلام رسول سعیدی	
۲۱	تفہیم القرآن	مولانا سید مودودی	۱۳۹۹
۲۲	تدبر قرآن	مولانا امین اصلاحی	
۲۳	بیان القرآن	مولانا اشرف علی تھانوی	۱۳۶۲
۲۴	البحر المحیط	امام ابوحیان اندلسی	۷۴۵
۲۵	المحرر الوجیز	قاضی ابو محمد عبدالحق بن عطیہ	۵۴۶
۲۶	التلویح	صدر الشریعہ عبیداللہ مسعود حنفی	۷۴۷
۲۷	الآیات البینات	شیخ احمد بن قاسم عبادی	۹۹۴
۲۸	فتح الباری	حافظ ابن حجر عسقلانی	۸۵۲
۲۹	زاد المعاد	شیخ ابن قیم	۷۵۱
۳۰	تفسیر واحدی	امام ابوالحسن واحدی	۴۶۸
۳۱	احکام القرآن	امام عماد الدین ہراسی	۵۰۴
۳۲	مشکل الآثار	امام طحاوی	۳۲۱
۳۳	سیدنا محمد رسول اللہ	شیخ عبداللہ سراج الدین حلبی	۱۴۲۲
۳۴	الانتصار للقرآن	امام ابوبکر باقلانی	۴۰۳